REGD NO P 67

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

THE WEEKLY BADR QADIAN

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۱۲ — شمارہ ۴۷

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری
نائب: فیض احمد گجراتی

شرح چندہ
سالانہ ۷/- روپے
ششماہی ۴/- روپے
ممالک غیر ۸/- روپے
فی پرچہ ۱۵ نئے پیسے

۵ فتح ۱۳۴۲ ہش	۱۸ رجب ۱۳۸۳ھ	۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۴ دسمبر۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل ۱۲۳ اپریل شائع شدہ ۳۰ نومبر بوقت ۸ بجے صبح کی رپورٹ مظہر ہے کہ کل حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو دو بار اسہال کی شکایت ہوئی جس کی وجہ سے کچھ ضعف رہا۔ رات نیند آ گئی۔ اس وقت طبیعت اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

قادیان ۳ دسمبر۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع ہر سہ صاحبزادیوں کے بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں البتہ حضرت بیگم صاحبہ مرزا وسیم احمد صاحب کو شدید نزلہ و زکام کی تکلیف ہے۔ اس کی وجہ سے سانس کی بندش کی بھی تکلیف ہو جاتی ہے۔

احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ محترمہ سیدہ موصوفہ کو جلد صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔

جلسہ سالانہ کے انتظامات ہو رہے ہیں جملہ درویشان کرام اب تک برابر مقبرہ بہشتی میں اجتماعی وقار عمل کرتے رہے ہیں۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

یادگیر (علاقہ میسور) میں جماعت احمدیہ کا "اہل سنت والجماعت" کے ساتھ کامیاب مناظرہ

خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کا ایمان افروز نظارہ

(مختصر کوائف مرسلہ نظارت دعوت و تبلیغ قادیان)

قادیان ۳ دسمبر۔ یادگیر (علاقہ میسور) میں بتاریخ ۲۲، ۲۴، ۲۵ نومبر تین روز جماعت احمدیہ کا اہل سنت والجماعت سے کامیاب مناظرہ ہو چکنے کے بعد حسب شرائط ۲۶، ۲۷ کو فریقین کی طرف سے تحریر کردہ پرچہ جات پڑھ کر سنائے گئے۔ جسے دو اڑھائی ہزار کے مجمع نے بڑے ہی پرسکون ماحول میں ہمہ تن گوش ہو کر سنا۔ اور عام پبلک پر جن کی غالب اکثریت غیر از جماعت افراد پر مشتمل تھی احمدیہ جماعت کے پیش کردہ دلائل کی معقولیت جماعت کی اعلیٰ تنظیم تہذیب و شائستگی کے بہترین نمونہ کا غیر معمولی اثر ہوا۔

مناظرہ سے متعلق کچھ حالات بدر کی گزشتہ اشاعت میں درج کئے جا چکے ہیں اس کے بعد کی وہ تفصیل جو مکرم چوہدری فیض احمد صاحب مبلغ کے مرسلہ خطوط سے معلوم ہوئی ہیں ان کا خلاصہ احباب کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

۲۴ / ۱۱ / ۶۳ :۔ الحمدللہ کل کا مناظرہ جو مسئلہ حیات و وفات مسیح پر تھا بہت کامیاب رہا۔ اپنے اور بیگانے سبھی کہہ رہے ہیں کہ غیر احمدی مناظر احمدیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پرچے بڑے اچھے سیٹ کئے گئے تھے اور اسی میٹنگ کے مطابق لکھے گئے۔ محترم مولوی محمد سلیم صاحب (جو مناظر جماعت احمدیہ تھے) بولتے گئے پرچہ کی تین تین کاپیاں خاکسار (چوہدری فیض احمد صاحب) نے کیں۔ الحمدللہ ہمارے اہم دلائل ہی سے آ گئے۔

انتظامیہ کمیٹی صدر (مسٹر ریڈی کا رجن کے کارخانے میں یہ تحریری مناظرہ ہو رہا ہے) نے کل شام مناظرہ ختم ہونے پر عام طریق کار کی طرح یہ خواہش کی کہ جس طرح میدان مقابلہ میں کھلاڑیوں کا مصافحہ ہوتا ہے، اسی طرح فریقین کے علماء بھی آپس میں مصافحہ کریں۔ چنانچہ چوہدری مبارک علی صاحب نے جو انتظامیہ کمیٹی کے ممبر ہیں) نے کہا کہ ہم بخوشی تیار ہیں اور اپنے علماء کو بلوایا اور ہمارے علماء صدر صاحب کے پاس پہنچ گئے۔ لیکن مدمقابل کے علماء نے کہا کہ ہم ان سے ہاتھ نہیں ملانا چاہتے۔ مسٹر ریڈی کی آنکھیں تعجب و حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں چنانچہ انہوں نے کہا کہ میں خود آپ کے علماء سے مل لیتا ہوں۔ اور آگے ہو کر ہمارے سب علماء سے مصافحہ کیا۔

۲۵ / ۱۱ / ۶۳ - آج کا مناظرہ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مسئلہ پر تھا۔ الحمدللہ کہ مناظرہ کا تحریری حصہ بخیر و خوبی ختم ہو گیا۔ مدمقابل نے حسب عادت وہی اعتراضات کئے جو مخالفین کا شیوہ ہے۔ میں اس سے قبل جب سنا یا پڑھا کرتا تھا کہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنے اعتراضات مخالفین نے کئے ہیں۔ اور حیران ہوتا تھا کہ کیا اس قدر بھی حق پوشی سے کام لیا جا سکتا ہے؟ لیکن اس تجربہ گاہ میں تین روزہ قریب کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ ایسی فطرتیں ہر دور میں اپنا کام کرتی ہیں۔ تحریف و تبدیل کی اس قدر جسارت کہ الامان والحفیظ۔

مناظرہ پُرامن اور پرسکون ماحول میں ہوا۔ آج ہمارے آخری پرچہ کے خاتمہ پر مخالف مناظر نے گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ہمارے نمائندہ کی طرف سے وضاحت کرنے پر صدر صاحب کو اطمینان ہو گیا۔ مناظرہ ختم ہونے پر صدر صاحب نے فریقین کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد چوہدری مبارک علی صاحب نے صدر صاحب کو پھولوں کا گجرا پہنایا۔ منتظمین جلسہ اور صدر صاحب کمیٹی اور ہمارے مبلغین کا فوٹو ہوا۔

کل صبح مناظرہ کے پرچے مکرم سیٹھ عبدالحی صاحب کے تیل کے کارخانہ کے احاطہ میں سنائے جائیں گے۔ اور پرسوں بھی۔ سائبان لگ چکے ہیں فرش بچھ رہے ہیں۔ پولیس کو انتظام کے لئے درخواست کر دی گئی ہے۔ اور منظوری لے لی گئی ہے۔

ہماری طرف سے ایک درخواست صدر مناظرہ، غیر احمدی منتظمین اور ان کے مناظرین سے یہ بھی کی گئی تھی کہ چونکہ مناظرہ دو روز سے ہمارے ہاں ہو رہا ہے اس لئے آپ لوگ ہمارے مہمان کے طور پر دوپہر کا کھانا ہمارے ہاں کھائیں لیکن منتظمین نے کہہ دیا کہ ہمارے علماء نہیں مانیں گے۔

محترم مولانا محمد سلیم صاحب تو ظاہر ہے کہ مناظرہ کے لئے بڑی محنت کی لیکن دوسرے مبلغین نے بھی ان کے ساتھ تیاری پرچہ جات میں حوالہ جات وغیرہ نکالنے کے لئے اچھا تعاون کیا ہے۔ مقامی مبلغ مولوی فیض احمد صاحب نے تو رات دن ایک کر دیا ہے۔

احباب جماعت احمدیہ یادگیر بالخصوص نوجوانوں نے جو اچھا نمونہ جلسے کے انتظامات میں اگست دوڑ دھوپ رات دن اور دعاؤں میں ان ایام میں دکھایا ہے۔ وہ اوروں اور غیروں کے لئے بھی باعث رشک تھا۔

۲۶ / ۱۱ / ۶۳ - آج پرچے سنائے جانے کا دن ہے۔ اور پہلا اجلاس ختم ہو گیا ہے جس میں وفات مسیح کے مسئلہ پر پرچے سنائے گئے ہیں۔ پرچے مکرم مولوی محمد سلیم صاحب نے سنائے ہیں۔ مدمقابل مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی علمیت کا بھرم تو پہلے ہی پرچہ میں کھل گیا بعض غیر احمدی یہ کہتے سنے گئے کہ احمدیوں کا عالم بڑا ہے۔ نیز وہ اپنے مناظر کے خلاف ہیں کیونکہ اس نے اپنے جواب میں انہیں جاہل قرار دیا۔ (مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے جواب دیا تھا کہ ہمارے آدمی بیچارے ان پڑھ اور جاہل ہیں)

آپ وہاں بیٹھے یہ اندازہ نہیں فرما سکیں گے کہ کس قدر پبلک مناظرہ سننے آئی۔ اہل مل کے بیسیوں اور شرفاء کے احاطہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ یادگیر کی تاریخ میں اتنا بڑا جلسہ آج تک نہیں ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص تصرف کے تحت لوگ کھینچے چلے آ رہے ہیں۔ ہمارے لئے چھ سو افراد کی جگہ مقرر تھی اور ان کے لئے چودہ سو کی۔ مگر یہ حد بندی ٹوٹ گئی اور اسے ٹوٹنا ہی چاہیئے تھا۔

بعد دوپہر اڑھائی بجے اجرائے نبوت کا پرچہ سنایا جانا شروع ہوا۔ چھ بجے شام ختم ہوا۔ مدمقابل کے مناظر نے جو نمونہ دکھایا اور قابل نفرت حرکات کیں یادگیر کی غیر احمدی پبلک کا سنجیدہ طبقہ

باقی صفحہ کالم نمبر ۴ پر)

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ بر دیرائیٹر: صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان ـــــ مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

دلچسپ اور سبق آموز موازنہ

آج سے سولہ سال پہلے جب ملک کا بٹوارہ نہیں ہوا تھا، مختلف مذاہب میں یقین رکھنے والے اکٹھے ہی رہتے تھے۔ اپنے اپنے مذہبی مقدس مقامات کی زیارت۔ وہاں جانے اور جتنی دیر چاہیں رہنے میں کسی طرح کی کوئی روک نہ تھی۔ جب کسی خاص مذہبی جگہ پر کوئی مذہبی تقریب ہوتی تو اس جگہ سے عقیدت و محبت رکھنے والے اپنی جگہ آزادی سے وہاں پہنچ جاتے۔ اُس وقت اُس مقدس مقام کی ذاتی کشش ہی تھی جو اپنے اپنے دائرہ کے مطابق عقیدت مند دلوں کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ لیکن ملک تقسیم کے بعد جب بالخصوص آبادی کے ساتھ اور بہت سے انقلابات آئے وہاں مقدس مقامات میں عقیدتمندوں کے اجتماع پر بھی ایک عجیب اثر پڑا۔

● ـــ ایک طرف حقیقی عقیدتمندوں کا ایک بڑا طبقہ ایسا ہے جو باوجود دل میں بڑی تڑپ کے حالات کی ناسازگاری کے سبب اپنے مذہبی مقدس مقامات کی زیارت سے محروم رہا۔ اگرچہ بخواہ موقع میسّر نہ آسکنے کے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے ہیں۔

● ـــ بعض ہیں کہ کسی قدر کوشش کی تمنا بر آئی اور زیارت کا موقع نصیب ہو گیا۔ یہ لوگ زیارت کے محدود ایام کو غنیمت جانتے ہیں اور گھر سے روانگی کے وقت سے واپسی کی گھڑیوں تک ہر ساعت اپنے مطمحِ نظر کو کبھی اوجھل نہیں ہونے دیتے۔ ان کی غرض محض اُس مقام سے رُوحانی برکت حاصل کرنا اور اپنی روح اور دل کو تسکین دلانا ہوتی ہے۔ ان کے لئے صعوبتوں سے پُر سفر کے لئے بس اس کے سوا اور کوئی کشش اس مقام تک لانے والی نہیں ہوتی ـــ!!

● ـــ اس کے برعکس بعض اس قسم کے لوگ بھی دیکھے گئے ہیں کہ جن کی ملکی اجازت نامے کے حصول کے لئے واسطہ تو مذہبی مقدس مقام کی زیارت کا دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں اُن کے دل میں کسی اور ہی دُنیوی طمع اور لالچ یا نفسانی خواہش کو پورا کرنے کی ہوتی ہے۔ چنانچہ منزلِ مقصود پر پہنچتے ہی اپنے اصلی روپ میں آجاتے ہیں۔ اور وہ وہ گل کھلاتے ہیں کہ صحت نیت سے سفر کرنے والوں کی راہ میں بھی کانٹے بونے لگتے ہیں!!

دیگر مذہبی جماعتوں اور فرقوں کے ساتھ خود احمدیہ جماعت کو بھی کئی

"تقسیم کے نتیجہ میں بدلے ہوئے حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ بٹوارہ کے وقت جماعت کی ایک بڑی تعداد دوسرے حصہ ملک میں منتقل ہو گئی۔ جس کے نتیجہ میں یہ لوگ بین المملکتی قوانین کی رُو سے باوجود بڑی تڑپ اور خواہش کے اپنے مقدس مرکز قادیان میں نہیں آسکتے ـــ!! بیسیوں ایسے فدائیوں کے متعلق ہم ذاتی طور پر جانتے ہیں کہ وہ اپنے مقدس مقام تک پہنچنے اور اس کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے بڑے بے قرار ہیں مگر مدت سے حالات کی مجبوری اُن کی اس خواہش کے پورا کرنے میں روک بنی ہوئی ہے!!

اس کے ساتھ ہی سینکڑوں خوش نصیب افراد کو سرزمین قادیان میں زیارت کے لئے آتے خود مشاہدہ کیا ہے جس غرض سے انہوں نے اس مقام تک پہنچنے کی کوشش کی جب اس میں کامیاب ہو گئے تو اس کو غنیمت جانا۔ جو وقت بھی ان مقدس جگہوں میں رہنے کا پایا اسے روحانی استفادہ میں صرف کیا۔ مقامی احباب کے ساتھ پنجگانہ نمازوں میں مساجد کے اندر حاضری تو ایک معمول سا ہوتا ہے ان اوقات کے علاوہ نوافل کی ادائیگی، ذکرِ الٰہی میں گھنٹوں صرف کرنے میں ایک قسم کی لذت اور سرور محسوس کرتے ہیں۔ ان کے اس معمول کو دیکھ کر صاف دکھائی دیتا ہے کہ ان مقامات کے ساتھ حقیقی عشق اور سچی تڑپ کی غیر معمولی کشش اور جاذبیت ہی ان کو اس جگہ لے آئی تب وہ روحانیت کی جھولیاں بھر بھر کے یہاں سے لوٹتے ہیں اور اپنے گھروں میں پہنچ کر اپنے اندر ایک نئی زندگی کروٹیں لیتی محسوس کرتے ہیں۔

یوں تو سارا سال ہی عمومی رنگ میں اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے لیکن احمدی جماعت کے جلسہ سالانہ کے مبارک ایام میں تو یہ نظارہ ایک خصوصی صورتِ حال کا مظہر بن جاتا ہے جبکہ جلسہ کے مقررہ اجتماعی پروگرام کے ساتھ ساتھ ہر شخص کو انفرادی لحاظ سے ان مقامات سے برکت حاصل کرنے کا وہ شغف ہوتا ہے کہ خاص خاص جگہوں میں پہنچ کر یادِ الٰہی میں مصروف رہنے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ نظارہ بڑا پُرکیف اور پُر درد ہوتا ہے! مسجد مبارک، بیت الدعا، مسجد اقصیٰ میں نوافل کی ادائیگی، دعاؤں اور ذکرِ الٰہی میں انہماک بڑا ہی پُرلطف ماحول پیدا کر دیتے ہیں اور یہ سب باتیں بس دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں شنیدہ کے بود مانند دیدہ!!

اس کے برعکس ذرا دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے عُرس پر اس سال حاضر ہونے والوں کی نسبت ایک رپورٹ ملاحظہ فرمائیں جس کا ایک حصہ اخبار الجمعیۃ دہلی مجریہ ۵/۱۱/۶۳ میں یوں طرح شائع ہوا:-

"پاکستان سے ہر سال حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے مزار کی زیارت کے لئے زائرین کا کوئی نہ کوئی جتھہ آتا رہتا ہے۔ گذشتہ ستمبر میں بھی پاکستان سے ایک جماعت آئی جس کے قافلہ سالار ملک کرم داد خاں ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ منٹگمری تھے اور وہاں کی جامعہ اسلامیہ کے صدر صاحب بھی! صدر موصوف نے لاہور کے نوائے وقت میں سفر دہلی کی روئداد شائع کرائی ہے وہ اپنے مضمون کے آخر میں اپنے رفقاء سفر کے بارے میں لکھتے ہیں:-"

"زائرین کی پارٹی میں غالباً ایک سو تیس افراد تھے جو بظاہر حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے عرس کی تقریب میں شرکت کے لئے آتے تھے ان میں سے ایک امیر قافلہ ملک کرم داد خاں، ایک معاون امیر خواجہ محمد رفیق ایک بزرگ مخدوم منظور حسین ملتانی ور مزاسہ اور پشاور کے چار اصحاب کے سوا باقی کوئی مزار پر نظر نہ آتا تھا کبھی کبھی آتے، ذرا بیٹھے اور چل دیئے۔ ان کا نوے فی صد وقت سیر و تفریح میں گذرتا تھا، عموماً وہ خرید و فروخت یا خورد و نوش کے بہانے چلے جاتے تھے، ان میں سے بیشتر تو زیادہ وقت فلمیں دیکھنے، تاش کھیلنے یا سرراہ نظر بازی کے مشاغل میں اُلجھے رہتے تھے۔ یہ وہ مثالی کردار تھا جس کا نمونہ پاکستان کے مسلمانوں نے دشمن کے ملک میں پیش کیا۔ حالانکہ ہم سب ایک بہت نیک مقصد کے تحت بھارت گئے تھے۔"

کس قدر مختلف ہے کردار ان لوگوں کا جنہوں نے ایک مقدس مقصد کے نام پر اجازت نامے حاصل کئے اور بہت کچھ خرچ کر کے یہاں پہنچے تو ان کی اپنی ضمیر نے ان کو ملامت کی اور نہ اس مقدس جگہ کی اہمیت و عظمت شان کو ستر سار کیا حتی کہ اُس کے ایک لیڈر نے ملک کے کثیر الاشاعت اخبار میں اس گھنونے کردار کی قلعی کھول کر رکھ دی!! کس قدر عبرتناک ہے ان کی یہ حالت! اور کس قدر سبق آموز ہے ان کی کہانی! جو اپنے بدنمونہ سے بلکہ دوسرے نیک نیت زائرین کے لئے بدنامی اور بُری شہرت کا باعث بنتے ہیں!!

مناظرہ یادگیر

(بقیہ صفحہ اوّل)

پانی پانی ہو گیا۔ ان کے منتظمین سر جھکائے مایوسی کے عالم میں اپنے مناظر کے پرچے سنتے رہے۔ اس اجلاس میں بھی لوگ بڑی تعداد میں آئے کوئی اڑھائی ہزار سے زیادہ حاضری تھی۔

۲۷/۱۱/۶۳ ابھی ابھی پونے دس بجے بعد دوپہر مناظرہ ختم ہوا۔ جلسہ کی ساری کارروائی نہایت امن اور خیر و خوبی سے انجام پا گئی۔ اور مناظرہ یادگیر ایک بڑی کامیابی کے ساتھ ختم ہو گیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مناظرہ کو اہلِ یادگیر اور علاقہ میسور کے لئے مبارک کرے اور اس کے بہترین نتائج پیدا ہوں۔ آمین۔ اور اس علاقے میں احمدیت کا نفوذ بڑھے۔ اور دنیا اس آسمانی صداقت کو تسلیم کرنے کے لئے اپنے دلوں کی کھڑکیاں کھول دے۔ آمین۔

اسی سلسلہ میں محترم سیٹھ عبدالحی صاحب امیر جماعت احمدیہ یادگیر کی دو تاریں بھی آئی ہیں۔ ان کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

تار ۲۶/۱۱/۶۳ ـ سات بجکر پچیس منٹ شام

"پہلے دن مناظرہ کے دو پرچے مکمل طور پر سنائے گئے۔

امیر جماعت"

تار ۲۷/۱۱/۶۳ شام

"مناظرہ خدا کے فضل سے پُرامن طور پر کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ مبارک ہو

امیر جماعت"

احباب دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ یادگیر کی اس قربانی کو قبول فرما کر اس کے نتیجہ میں زیادہ سے زیادہ سعید روحوں کو قبولِ حق کی توفیق دے۔

آمین۔

حضرت ابّا جانؓ کی زندگی کے بعض نمایاں شمائل کا ذکر

اور

آخری علالت کے حالات

محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمدؒ صاحب ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ

میری طبیعت میں ابھی پورا سکون نہیں کہ کچھ زیادہ لکھ سکوں۔ لیکن بعض احباب کی خواہش پر اور پھر اس خیال سے کہ حضرت ابا جانؓ کی آخری بیماری کے حالات جلد تحریر میں آجائیں۔ یہ سطور لکھنے بیٹھا ہوں۔ یہ بھی خیال ہے کہ اس مضمون میں آپ کی زندگی کے نمایاں پہلوؤں کا بھی کچھ تذکرہ آجائے۔

آخری علالت

ابا جان کی آخری بیماری کا آغاز گذشتہ جون میں ہوا۔ جب ربوہ میں آپ نے نگران بورڈ کے ایک اجلاس کی صدارت فرمائی۔ طبیعت پہلے سے خراب تھی لیکن آپ نے ہمیشہ دین کے کام کو ہر چیز پر ترجیح دی اور مقدم رکھا اور اسی جذبہ سے اس اجلاس میں شرکت کی اور باوجود ناسازیٔ طبع اور کمزوری کے کئی گھنٹے تک اجلاس کو جاری رکھا تا اکٹھا ہوا ہوا کام ختم ہو جائے۔ اصل میں چند سال ہوئے ابا جان کو Heat Stroke ہو گیا تھا اور اس کے بعد ہر موسم گرما میں ربوہ کی شدید گرمی میں یہ تکلیف کسی نہ کسی رنگ میں ابھر آتی تھی۔ اس اجلاس میں شرکت کے بعد پھر آپ کی طبیعت پوری طرح وفات تک نہ سنبھلی۔

جون کے مہینہ میں میں اکثر ٹیلیفون پہ طبیعت پوچھتا رہتا تھا۔ اس خیال سے کہ مجھے تکلیف نہ ہو یا میرے کام میں کوئی رکاوٹ نہ ہو یہی فرماتے تھے کہ طبیعت اچھی تو نہیں لیکن گھبراؤ نہ۔ اس کے باوجود احتیاطاً میں نے لاہور سے ڈاکٹروں کو ربوہ جانے کا انتظام کیا۔ اس Examination میں پہلی بیماریوں یعنی دل کی تکلیف۔ ذیابیطس اور بلڈ پریشر کے علاوہ ڈاکٹروں نے یہ بھی تشخیص کی کہ Gall stones کی تکلیف پیدا ہوئی معلوم دیتی ہے۔ جس کا علاج اپریشن ہے۔ جو ابا جان کی باقی بیماریوں اور کمزوری کو مدنظر مشکل تھا۔ یہ تشخیص مزید فکر کا باعث ہوئی اور یہی فیصلہ ہوا کہ مہینے کے آخر میں آپ لاہور تشریف لے جائیں تا علاج کے بارہ میں مشورہ ہو سکے۔ اور اس کے مطابق انتظام کیا جا سکے۔

چنانچہ جون کے آخر میں آپ لاہور تشریف لے گئے جہاں ہسپتال میں ایک کمرہ کا انتظام بھی کر لیا تھا۔ لاہور میں بعض Tests لئے گئے اور ڈاکٹری مشورہ سے یہ طے پایا کہ فی الحال اپریشن کی کوئی فوری ضرورت نہیں اور اس تکلیف میں باقی طور سے افاقہ بھی ہوا۔ لیکن طبیعت پوری طرح نہ سنبھلی

اپنی وفات کے متعلق خوابیں

چند ماہ سے ابا جان کو متعدد منذر خوابیں اپنی وفات کے متعلق آرہی تھیں جن سے ان کی طبیعت میں یہ خیال راسخ ہو گیا تھا کہ ان کی وفات کا وقت قریب ہے۔ اس کا پہلا اشارہ مجھے عید کے موقعہ پر شروع مئی میں کیا۔ جبکہ میں واپس راولپنڈی کے لئے رخصت ہو رہا تھا فرمانے لگے کہ

"مجھے کچھ عرصہ سے منذر خوابیں آرہی ہیں تم بھی دعا کرنا"

اور حسب معمول رخصت کرتے وقت فرمایا "اللہ حافظ و ناصر ہو"

یہ خوابوں کا سلسلہ لاہور میں بھی جاری رہا۔ اور میرے علاوہ دوسرے ملنے والوں سے بھی ان کا ذکر کیا۔ گو تفصیل نہیں بتلاتے تھے نہ ہم میں اس کے دریافت کی ہمت پڑتی تھی۔ میں نے ڈاکٹروں سے مشورہ کیا ان کی رائے یہ تھی کہ ابا جان کی بیماری کی تشویشناک صورت دل اور Blood Pressure کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ اور یہ دونوں بیماریاں خدا کے فضل سے کنٹرول میں تھیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں نے عرض بھی کیا کہ ڈاکٹر تسلی دلاتے ہیں اور کہتے ہیں اصل بیماریاں کنٹرول میں ہیں۔ اور باقی شدید بے چینی اور بے خوابی کی تکالیف عارضی ہیں۔ جو انشاء اللہ جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔ میرے یہ کہنے پر فرمایا "ڈاکٹروں کی رائے رہنے دو"

ڈاکٹری مشورہ کے ماتحت یہ فیصلہ کیا گیا کہ کچھ روز تبدیلی آب و ہوا کے لئے ابا جان گھوڑا گلی تشریف لے جائیں جہاں موسم بھی خوشگوار ہوگا اور جس کی بلندی بھی اتنی نہیں جو کہ ایک دل کے مریض کے لئے خطرہ کا باعث ہو۔ چنانچہ وسط اگست میں آپ لاہور سے روانہ ہو کر راستہ میں جہلم کچھ وقت قیام فرما کر شام کے قریب ہمارے ہاں قیام فرمایا۔ اگلے روز صبح گھوڑا گلی تشریف لے گئے۔ اس سفر میں ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب اور میرے چھوٹے بھائی عزیزم مرزا منیر احمد ساتھ تھے۔ ہفتہ کے روز ہم بھی چلے گئے۔ اور ڈاکٹر صاحب دو تین دن قیام فرمانے کے بعد میرے ساتھ واپس آگئے۔ ڈاکٹر کا انتظام سالی سینی ٹوریم اور مری سے کر لیا تھا کہ ضرورت کے وقت وہاں سے آسکیں۔ گھوڑا گلی میں پہلے دو تین روز آپ کی طبیعت خاصی اچھی ہو گئی لیکن وہاں پھر پہلے کی طرح اپنے متعلق منذر خواب دیکھے اور اسی وجہ سے مقررہ پروگرام سے پہلے لاہور واپس تشریف لے گئے۔

لاہور میں واپسی پر بھی منذر خوابوں کا سلسلہ جاری رہا۔ جب کہ ایک مرتبہ ۲۴ر اگست کے قریب جب میں لاہور گیا تو فرمانے لگے کہ "اب تو چل چلاؤ ہی ہے"۔ خوابوں کی تفصیل نہیں بتلاتے تھے۔ گھوڑا گلی میں میری چھوٹی ہمشیرہ عزیزہ امۃ اللطیف بیگم نے جب اس بارے میں کچھ دریافت کرنے کی کوشش کی تو فرمانے لگے۔

"تم نے بچے ہو میں تفصیل نہیں بتلاتا تم لوگ گھبرا جاؤ گے"۔

ایک چیز جس کا بالواسطہ اپنے ایک خط میں ایک بزرگ کے نام ذکر فرمایا۔ وہ یہ تھی کہ فرمایا میری زبان پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر جاری ہوا ہے

بھر گیا باغ اب تو پھولوں سے
آؤ بلبل چلیں کہ وقت آیا

ان خوابوں کی وجہ سے بہر حال آپ کی طبیعت پر یہ گمان بہت غالب تھا بلکہ یقین کی حد تک پہونچ چکا تھا کہ آپ کی وفات کا وقت قریب ہے۔ خود ماہ جون کے آخر میں ربوہ سے روانگی کے وقت اپنی تجہیز و تکفین کے لئے علیحدہ رقم کر دے دی۔ پھر لاہور سے مزید رقم یہ کہہ کر والدہ کو ارسال کی کہ میری وفات پر دوست آئیں گے۔ گھر کے عام خرچ سے زیادہ اخراجات ان دنوں ہوں گے۔ اس لئے بھجوا رہا ہوں۔ ایک روز ایک خط بھی اپنے خادم بشیر احمد سے لکھوا کر بھیجا۔ جو ایک قسم کا الوداعی خط تھا۔ اسی طرح ایک بیرون پاکستان کے خط کے جواب میں لکھوایا کہ آپ نے لکھا ہے کہ آپ لوگ اکتوبر میں پاکستان آئیں گے لیکن اکتوبر میں تو میں یہاں نہیں ہوں گا۔ کچھ اس قسم کے الفاظ تھے۔

بیماری کے بارے میں ڈاکٹروں کی رائے

یہ ایک عجیب بات تھی کہ ادھر آپ اپنی وفات کی طرف بار بار اشارہ کرتے تھے۔ اور احباب سے بھی ذکر فرماتے تھے۔ مگر دوسری طرف ڈاکٹروں کی رائے میں اس قسم کا فوری خطرہ نظر نہ آتا تھا۔ یہی خیال تھا کہ اصل خطرے والی بیماریاں کنٹرول میں ہیں۔ اور شدید گھبراہٹ اور بے چینی اور بے خوابی کی تکالیف عارضی بتاتے تھے۔ یہی رائے ایک انگلستان کے ماہر ڈاکٹر نے دی جو ان دنوں پاکستان سے گزرتا ہوا آسٹریلیا جا رہا تھا۔ اس نے ابا جان کو دیکھا اور اپنے ڈاکٹروں کی موجودگی میں کہا کہ میری رائے میں جو دوائیاں میں نے تجویز کی ہیں۔ ان کے استعمال سے دو ہفتہ میں نہ

ہو جائے گا۔ اور ہفتہ کے اندر اندر اپنا معمول کا کام کر سکیں گے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ مزید کئی سال تک باحیات نہ رہیں۔ ابا جان کو دیکھ کر ایک اور بات اس نے کہی جو احباب کی دلچسپی کے لئے لکھتا ہوں۔ ابا جان کو دیکھ کر ساتھ والے کمرہ میں آیا اور کہنے لگا۔

He looks like a Biblical Prophet

ترجمہ۔ آپ تورات میں مذکور انبیاء کے مشابہ معلوم ہوتے ہیں۔

اس کی طبی رائے سے میری طبیعت کچھ اور مطمئن ہو گئی۔ یہ شاید ۲۶ یا ۲۷ر اگست کا دن تھا لیکن اگلے روز نے ثابت کر دیا کہ بات وہی درست تھی جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوابوں کے ذریعہ دے چکا تھا۔ اس طبی معائنہ کے ایک ہفتہ کے اندر نمونیہ کا حملہ ہوا اور ڈاکٹروں کی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ ایک رات بخار ۱۰۷ ڈگری سے اوپر چلا گیا اس کے بعد آخری دو تین روز اکثر وقت غنودگی میں گزرا۔ اس حالت میں آپ کی زبان پر اکثر دعائیہ فقرات جاری تھے۔ میری بیوی بتلاتی ہیں کہ کوئی کوئی لفظ سمجھ آتا تھا۔ جیسے "ربنا" یا ایک لفظ "طیب" کا انہیں دھیما سا سنائی دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک وقت میں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی میں جیسے کسی سے لمبی گفتگو کر رہے ہیں۔

میری آخری ملاقات

مجھ سے آخری ملاقات غنودگی سے پہلے ۳۰ر ۳۱ر اگست کو ہوئی۔ میں بیماری کی شدت کا سن کر فوراً چند گھنٹوں میں لاہور پہنچ گیا۔ سیدھا ابا جان کے کمرے میں گیا لیٹے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا "مظفر تم آ گئے"۔ یہ فقرہ ایسے ڈھنگ میں کہا جیسے کسی کو انتظار تھا۔ اس فقرہ میں ایک عجیب اطمینان اور سکون تھا۔ جس سے مجھے کچھ گھبراہٹ ہوئی۔ میں ابا جان کا ہاتھ پکڑ کر سرہانے کی طرف بیٹھ گیا۔ پھر فرمانے لگے "کراچی کب جا رہے ہو"۔ میرا کراچی جانے کا اس بیماری کی شدت سے پہلے کا پروگرام تھا۔ میں نے کہا اب تو میں نہیں جا رہا۔ فرمانے لگے "یہ بڑا اچھا فیصلہ ہے"۔ اور اسی فقرہ کو دوبارہ دوہرایا کہ "یہ بڑا اچھا فیصلہ ہے"۔ اس کے بعد میں نے کھانے کے لئے عرض کیا۔ فرمانے لگے مجھے بھوک نہیں۔ میں نے کہا آپ کو دوائی دینی ہے خالی پیٹ ٹھیک نہیں رہے گی۔ کچھ کھائیں۔ اس پر تیار ہو گئے۔ سہارے سے بٹھایا اور اسی کیفیت میں سہارے سے بٹھائے رکھا۔ کیونکہ لیٹ کر کھانا کھانا پسند نہ فرماتے تھے۔ کھانے کے بعد دوائی دی اور میں پاس ہی بیٹھا رہا۔ اتنے میں والدہ کا فون آیا۔ میں اٹھ کر جانے لگا۔ فرمانے لگے بیٹھے رہو۔ انہیں فون کا علم نہ تھا۔ میں نے عرض کی کہ اماں کا فون آیا ہے۔ ابھی سن کر آتا ہوں۔ واپسی پر پوچھا "تمہاری اماں تھی"۔ میں نے کہا جی۔ تو وہ فون پر بول رہی تھیں۔ فرمانے لگے میری حالت بتا دی ہے۔ میں نے کہا جی۔ وہ آنا چاہتی ہیں اور میں کار کا انتظام کر رہا ہوں۔ تا صبح آ جائیں۔ اس کے بعد کچھ کپکپی سی شروع ہو گئی۔ اور اس کے بعد زیادہ تر غنودگی میں ہی وقت گذرا۔

۲ر ستمبر کو جب کہ بہت سے احباب کوٹھی سے ریس کورس کے احاطہ میں مغرب کی نماز ادا کر رہے تھے کہ ابا جان کی طبیعت اچانک زیادہ خراب ہو گئی۔ آپ کو دو تین سانس کچھ اکھڑ کر آئے اور ہم سے رخصت ہو کر اپنے مالک حقیقی کے پاس جا پہونچے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ نماز کے معاً بعد دوڑ کر اندر گیا۔ آپ کا بازو ہاتھ میں لیا اور اسے بوسہ دیا۔ اور اسی کیفیت میں کچھ لمحوں کے لئے دعائیں کرتا رہا۔ اس کے بعد چونکہ سب عزیز ابا جان والے کمرہ میں اکٹھے ہو رہے تھے میں والدہ کے پاس چلا گیا۔ اور ان کے قدموں میں دیر تک بیٹھا رہا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو ابا جان کی وفات کی اطلاع

ابا جان کی وفات کی اطلاع ربوہ بذریعہ ٹیلیفون پہنچا دی گئی۔ چونکہ برادرم مکرم مرزا ناصر احمد صاحب اور عزیزم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس لئے رات کو سونے سے پہلے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو ابا جان کی وفات کی اطلاع عمداً نہ پہنچائی گئی۔ صبح جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اٹھے تو ابا جان کے متعلق دریافت فرمایا۔ ام متین نے وفات کی اطلاع دے دی۔ اور پھر بعد میں الفضل کا پرچہ بھی سامنے کر دیا۔ حضور کو اس کا بے حد صدمہ اور قلق تھا لیکن پہلے دو روز بہت ضبط فرماتے رہے۔ ذکر کرنے سے گریز فرماتے تھے لیکن ضبط کی وجہ سے چہرے پر سرخی آ جاتی تھی۔ ان دنوں میں بے چینی اور گھبراہٹ بہت رہی۔ میری بیوی سے فرمایا کہ مجھے بڑا کرب اور قلق ہے۔ پھر فرمایا "مجھ سے چھوٹے تھے"۔ ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا۔

"دعا کرو قادیان ملے" تا یہ جھگڑا ختم ہو"

اپنے بچپن کے واقعات کا بھی ذکر فرماتے رہے۔ مجھے ایک روز فرمانے لگے کہ تمہارے ابا بچپن کی عمر میں حضرت صاحب کو تو کہہ کر پکارتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک احمدی دوست نے سن لیا تو اس نے ڈانٹا کہ میاں تمہارے ابا ہوں گے لیکن اگر پھر کبھی تم نے حضرت صاحب کو "تو" کہا تو میں ماروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کا علم ہوا تو فرمانے لگے۔

"اسے "تو" کہنے دو۔ مجھے اس کے منہ سے اچھا لگتا ہے"

حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی وفات کا بھی ذکر فرماتے رہے۔ اور بچپن کے بعض واقعات بھی بیان فرمائے۔

ابا جان کی تدفین سے پہلے حضرت صاحب سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ چہرہ دیکھنا پسند فرمائیں گے۔ فرمانے لگے "مجھے اب برداشت کی طاقت نہیں"۔

آخری بیماری کے حالات کے بیان کے بعد میں چاہتا ہوں کہ مختصراً آپ کی زندگی کے نمایاں شمائل کا بھی کچھ ذکر کر دوں۔ پھر کسی صاحب قلم کو توفیق ملی تو وہ آپ کی زندگی کے واقعات تفصیلاً محفوظ کر سکے گا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق

میری طبیعت پر ابا جان کی زندگی کا جو سب سے گہرا اثر ہے وہ آپ کی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق کی کیفیت ہے۔ آپ کا طریق تھا کہ گھر کی مجالس میں احادیث نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے حالات اکثر بیان فرماتے رہتے تھے۔ میرے اپنے تجربہ میں یہ ذکر سینکڑوں مرتبہ کیا ہو گا۔ لیکن مجھے یاد نہیں کہ کبھی ایک مرتبہ بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت مسیح علیہ السلام کے ذکر سے آپ کی آنکھیں آب دیدہ نہ ہوئی ہوں۔ بڑی محبت اور سوز سے یہ باتیں بیان فرماتے تھے اور پھر ان کی روشنی میں کوئی نصیحت کرتے تھے۔ اسی عشق کے جذبہ میں آپ نے اپنی مشہور تصنیف "خاتم النبیین" کی تین جلدوں میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات قلم بند فرمائے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق روایات اپنی دوسری مشہور تصنیف "سیرۃ المہدی" میں جمع کیں جو تین جلدوں میں شائع ہو چکی ہے یہ ہر دو تصانیف آپ نے محنت اور تحقیق کے علاوہ بڑی محبت سے لکھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے محبت کمال وفاداری اور اطاعت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے بھی بے حد محبت کرتے تھے اور حضور کے خلافت پر فائز ہونے کے بعد اپنا جسمانی رشتہ اپنے نئے روحانی رشتہ کے ہمیشہ تابع رکھا۔ دینی معاملات کا تو خیر سوال ہی کیا تھا۔ دنیاوی امور میں بھی یہی کوشش فرماتے تھے کہ حضور کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔ حضور کی تکریم کے علاوہ کمال درجہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نمونہ پیش کرتے تھے۔ میں نے اس کی جھلکیاں بہت قریب سے گھریلو ماحول میں دیکھی ہیں۔ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا رنگ ایسا ہی تھا جیسے کہ نبض دل کے تابع ہو۔ عمر بھر اس تعلق کو کمال وفاداری سے نبھایا اور اس کیفیت میں کبھی کوئی رخنہ پیدا نہ ہونے دیا۔ مجھے یاد ہے ایک مرتبہ میرے ایک بھائی پر حضور ناراض ہو گئے۔ اور اس ناراضگی کا "الفضل" میں اعلان بھی فرمایا ابا جان نے مشورہ کے لئے ہم سب کو اکٹھا کیا۔ بچوں کے علاوہ جو احباب اس وقت موجود تھے ان میں ہمارے چچا جان (حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور غالباً مکرمی درد صاحب بھی شامل تھے۔ میں نے پہلی مرتبہ روتے ہوئے ابا جان کو اس مجلس میں دیکھا۔ بڑا کرب اور قلق تھا اور فرماتے تھے کہ مجھے اپنی اولاد کی دنیوی حالت کی نہ خبر ہے نہ فکر۔ اور شاید میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مجھے کبھی یہ بھی دلچسپی نہیں پیدا ہوئی کہ مظفر کی تنخواہ کیا ہے لیکن باوجود اس تکلیف کے خود حضور کی خدمت میں کوئی درخواست پیش نہ کی۔ اور شاید اس جذبہ سے نہ کی کہ آپ کی طرف سے ایسی تحریر سفارش نہ ہو اور جماعتی معاملات میں مداخلت تصور نہ ہو۔ البتہ میرے متعلقہ بھائی کو بار بار اور تاکید اً تلقین کرتے رہے کہ حضور سے معافی کی درخواست اور استدعا کرتے رہو اور خود اس معاملہ میں دعا بھی فرماتے رہے اور اپنے دوستوں اور بزرگوں کی خدمت میں بھی دعا کے لئے باقاعدہ لکھتے رہے۔

حضور کا سلوک بھی ابا جان سے بہت شفقت کا تھا اور ہمیشہ خاص خیال رکھتے تھے اور اہم معاملات میں مشورہ بھی لیتے تھے۔ ضروری تحریرات خصوصاً جو گورنمنٹ کو جاتی ہوتی تھیں۔ ان کے مسودات ابا جان کو بھی دکھاتے تھے اور اس کے علاوہ اہم فیصلہ جات اور سکیم پر عمل درآمد کا کام اکثر ابا جان کے سپرد کرتے تھے اور اس بات پر مطمئن ہوتے تھے۔ کہ یہ کام حسب منشاء اور خوش اسلوبی سے ہو جائے گا۔

حضرت ام المومنین سے محبت اور ان کا احترام

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا بھی اباجان کا بہت احترام کرتے تھے اور ان کے وجود سے جو برکات وابستہ تھیں ان سے کما حقہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ قادیان میں آپ کا معمول تھا کہ شام کا کھانا ہمیشہ روزانہ حضرت اماں جان کے ساتھ کھاتے تھے۔ کھانا مغرب کی نماز کے بعد کھایا جاتا تھا۔ اور نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے اماں جان کے گھر جاتے تھے اور شام کا کھانا وہیں کھاتے تھے۔ برادرم مکرم مرزا ناصر احمد صاحب کے علاوہ جو ہمیشہ اماں جان کے ساتھ ہی رہے ہیں بھی شامل ہو جایا کرتا تھا اور بعض دفعہ اور عزیز بھی کبھی کبھی۔ ماموں جان (حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ) بھی ہوتے تھے اور اس موقعہ پر اباجان اور ماموں جان میں کسی نہ کسی دینی موضوع پر گفتگو شروع ہو جاتی بعض مرتبہ حضرت اماں جان تنگ آ کر فرمایا کرتی تھیں۔ میاں اب بس کرو کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔

ایسے مواقع پر بعض مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی مغرب کی نماز کے بعد مسجد سے فارغ ہو کر راستہ میں گھر جاتے ہوئے ٹھہر جایا کرتے تھے۔ ایسے مواقع پر حضور بیٹھتے نہیں تھے بلکہ صحن یا کمرہ میں موسم کے مطابق جہاں کھانا کھانے کا انتظام ہو ٹہلتے رہتے تھے اور گفتگو فرماتے جاتے تھے۔

حضرت اماں جان کو بھی اباجان سے بہت پیار تھا۔ میری نظروں کے سامنے اب بھی اماں جان ان سیڑھیوں کے اوپر چوبارہ سے قادیان کے مکان کو حضرت صاحب اور حضرت اماں جان کے مکان سے ملاتی ہیں کھڑی دکھائی دیتی ہیں۔ ہاتھ میں پلیٹ ہوتی جس پر کوئی کھانے کی چیز جو انہوں نے پکائی ہوتی تھی پکڑی ہوتی اور اباجان کو آواز دے کر بلاتی تھیں کہ میاں تمہارے لئے لائی ہوں لے لو۔ ایسے وقت میں کبھی صرف "میاں" کہہ کر پکارتی تھیں کبھی "میاں بشیر" اور کبھی صرف "بشریٰ"۔ اسی محبت کے نام کی یادگار میں اباجان نے ربوہ کے مکان کا نام "البشریٰ" رکھا اور اسے گھر کے دونوں طرف نمایاں کر کے کندہ کروایا۔

اپنی آخری بیماری کے ایام میں اباجان والدہ کو جاتے ہوئے کہہ گئے تھے کہ میری وفات کے بعد میری الماری میں ایک چھوٹا سا بیگ ہے۔ وہ مظفر کو کہنا خود کھولے چنانچہ جب میں نے اسے کھولا تو اس میں بعض اور اپنی کاغذات کے علاوہ کچھ حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط اور چند لفافوں میں کچھ روپے پڑے تھے اور ہر ایک کے ساتھ مختصر سا نوٹ تھا کہ یہ رقم حضرت ام المومنین نے بطور عیدی کے اباجان کو دی تھی۔ اور آپ نے تبرکاً اسے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ عیدی کی بعض رقوم قادیان کی دی ہوئی تھیں۔ اور ہندوستانی نوٹ میں تھیں۔ اس لئے ان کے لئے آپ نے اسٹیٹ بنک سے اجازت لے رکھی تھی۔ اور وہ اجازت نامہ نوٹوں کے ساتھ غیر معمولی اہتمام کے ساتھ منسلک کر کے رکھا ہوا تھا۔

حضرت اماں جان کے اباجان کے ساتھ اس تعلق کا حضرت صاحب کو بھی احساس تھا۔ جب قادیان سے یہ خبریں آنی شروع ہوئیں کہ کسی نہ کسی بہانے اباجان کے قید کئے جانے کا اندیشہ ہے ——— تو حضرت صاحب نے اس وجہ سے اور بعض جماعتی کاموں کی خاطر اباجان کو حکم دیا کہ پاکستان چلے آئیں۔ اباجان بڑے مخدوش حالات میں قادیان سے روانہ ہو کر لاہور پہنچے۔ حضرت صاحب نے اباجان کے لاہور بخیریت پہنچنے پر سجدۂ شکر کیا اور پھر ننگے پاؤں شوق سے اباجان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت اماں جان کے پاس لے آئے اور فرمایا: "لیں اماں جان آپ کا بیٹا آ گیا ہے۔"

صحابہ حضرت مسیح موعودؑ سے لگاؤ اور ان کا احترام

صحابہ حضرت مسیح موعودؑ سے بھی اباجان کو بہت گہرا لگاؤ تھا اور ان کی بہت عزت اور احترام کرتے تھے۔ ان میں ہر طبقہ کے لوگ تھے اور ہر ایک کے ساتھ یکساں محبت اور مروت سے پیش آتے تھے اور ان کا بہت خیال رکھتے تھے اور بعض کو دعاؤں کے لئے باقاعدہ لکھتے رہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ پاکیزہ گروہ اب آہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا ہے۔ اب تو خال خال رہ گئے ہیں۔ ان سے ملتے رہنا چاہیئے اور ان کی برکات سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور نوجوانوں کو چاہیئے کہ کوشش کریں کہ وہ اپنے اندر انہیں اصحاب کے خلوص، فدائیت اور تعلق باللہ کا رنگ پیدا کریں۔

اسلام اور احمدیت کے مستقبل کے متعلق مکمل یقین

ایک اور چیز جو اباجان میں نمایاں نظر آتی تھی وہ اسلام اور احمدیت کا مستقبل تھا۔ اکثر احادیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات اور الہامات کی روشنی میں اس کا ذکر کی مجالس میں اور دوسرے دوستوں میں ذکر فرماتے تھے اور اس یقین سے بیان فرماتے تھے کہ یوں احساس پیدا ہوتا تھا کہ گویا کسی واقع شدہ بات کا ذکر فرما رہے ہیں۔ جماعت میں بعض اندرونی اور بیرونی فتنے اٹھے لیکن جہاں آپ ان سے جوکس ضرور ہوتے وہاں ان کی مکمل ناکامی اور بالمقابل جماعت کی ترقی کے یقین سے پر ہوتے تھے۔ مجھے یاد ہے ایک مرتبہ ایسے ہی کسی موقعہ پر ملک محمد عبداللہ صاحب مرحوم نے مجھ سے بات کی۔ فرمانے لگے کہ آج کل جماعت کے بعض چیدہ چیدہ لوگ بھی گھبرا گئے ہیں لیکن میاں صاحب کا یہ حال ہے کہ جیسے کوئی مضبوط چٹان کھڑی ہو۔ اور اس پر پانی کی لہریں آ آ کر پڑتی ہوں۔ لیکن وہ وہیں کی وہیں بغیر کسی تزلزل کے قائم و دائم کھڑی ہو جب کہ میں آگے چل کر بتاؤں گا کہ آپ کی طبیعت میں شفقت بہت تھی لیکن باوجود ایسی نرم اور شفیق طبیعت رکھنے کے جہاں دین کا معاملہ آ جاتا تھا وہاں دوستوں سے بھی سختی دکھانے میں اجتناب نہ کرتے۔ اپنے عمر بھر کے ایک دوست سے جن سے ہمیشہ بڑی شفقت سے پیش آتے ان سے ایک مرتبہ حضور کسی جماعتی معاملہ میں ناراض ہو گئے۔ اس دوست نے اباجان کو ایک ذریعے سے پیغام بھجوایا کہ میں ملنے آنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا حضرت صاحب اس سے ناراض ہیں آپ کہہ دیں کہ پہلے حضرت صاحب سے معافی لے میں پھر ملوں گا ورنہ نہیں مل سکتا۔

بنی نوع انسان سے ہمدردی اور شفقت

اباجان کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو بنی نوع انسان کی ہمدردی تھا۔ میں نے آپ جیسا شفیق انسان اور کوئی نہیں دیکھا۔ ہر آن اسی کوشش میں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی رنگ میں لوگوں کے کام آ سکیں۔ آپ کا دروازہ ہر درد مند کے لئے کھلا رہتا تھا۔ لوگوں کی تکالیف اور ان کی پریشانیوں کے بیان بڑے تحمل سے سنتے تھے اور اپنی طاقت اور موقع کے مطابق امداد فرماتے تھے۔ کسی کے اس کے بچوں کی تعلیم کے لئے مشورہ دے رہے ہیں۔ کسی کو ملازمت کے لئے کسی کو علاج معالجہ کے لئے۔ کسی کو مقدمات کی پریشانی کے بارے میں۔ کسی کو کاروبار اور تجارت یا کسی کو رشتہ کے بارے میں۔ ہر ضرورت مند آپ کے پاس آتا تھا اور آپ بڑے اطمینان سے اس کی بات سنتے تھے اور اسے صحیح مشورہ دیتے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ ایسے مواقع کوشش سے ڈھونڈتے تھے کہ میں کسی طور سے لوگوں کے بوجھ ہلکے کر سکوں اور ان کی پریشانیوں میں ایک گھر کا فرد ہو کر شامل ہو سکوں۔ ہم بچوں کو ہمیشہ نصیحت فرماتے تھے کہ انسان کو نافع الناس وجود بننا چاہیئے۔ ایسی زندگی جو صرف اپنی ذات کے لئے ہو وہ کوئی زندگی نہیں۔

اپنی اس خصوصیت سے اپنے اوپر ہر تکلیف بخوشی قبول فرماتے تھے تعزیت کے لئے جو احباب تشریف لائے ان میں سرگودھا کے ایک غیر از جماعت بھی تھے۔ وہ جس صاحب کے ساتھ آئے تھے انہوں نے بیان کیا کہ جب سے انہوں نے حضرت میاں صاحب کے وصال کی خبر سنی ہے انہیں ان کا شدید صدمہ ہے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ یہ دوست کہنے لگے کہ میں ایک مقدمہ میں ماخوذ تھا اور بغیر کسی تعارف یا واقفیت کے ربوہ حضرت میاں صاحب کے مکان پر چلا آیا۔ اندر اطلاع بھجوائی کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔ خادم جواب لایا کہ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ میری طبیعت اچھی نہیں اگر پھر کسی وقت تشریف لائیں تو بہتر ہوگا۔ وہ کہنے لگے میں اپنی تکلیف میں تھا اس لئے میں نے اصرار کیا کہ میں نے ضرور ملنا ہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ میاں صاحبؓ مکان سے باہر بڑی تکلیف اور مشکل سے دیوار کے ساتھ ٹیک دونوں ہاتھوں سے سہارا لئے آہستہ آہستہ چلے آ رہے ہیں۔ وہ دوست کہنے لگے میں بہت پشیمان ہوا۔ کیونکہ مجھے اندازہ نہ تھا کہ آپ کو اس قدر تکلیف ہے۔ آ کر برآمدہ میں بیٹھ گئے اور میرے حالات بڑی توجہ سے سنے اور فرمایا میں آپ کے لئے ضرور دعا کروں گا۔ اپنی ایسی بیماری کی حالت میں ایک غیر معروف شخص کی خاطر اس طرح باہر چلے آنا آپ کی ہمدردی بنی نوع انسان کے خاصہ کی ایک مثال ہے۔ میں نے بیسیوں مرتبہ یہی کیفیت دیکھی ہے۔ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے تھے تا لوگوں کو سکھ نصیب ہو اور ان کے ہر قسم کے معاملات میں گہری دلچسپی لے کر ان سے پوری ہمدردی فرماتے تھے۔ یہ سلسلہ صرف ملاقات تک محدود نہ تھا۔ بلکہ اس سلسلہ میں بے شمار خطوط آتے تھے۔ اور آپ ہر ایک کو بغیر توقف جواب دیتے تھے۔ چنانچہ اس آخری بیماری میں بھی یہ سلسلہ جاری رکھا اور تعزیت کے خطوط میں ایک صاحب نے لکھا کہ میاں صاحبؓ کا خط ان کی وفات کی خبر کے بعد انہیں ملا۔

دوستوں سے ہمدردی کرتے وقت بڑی شفقت اور نرمی سے اپنا ہاتھ دوسرے کے کندھے پر مخصوص انداز میں رکھتے تھے اور دلاسا دیتے تھے۔ اس کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں جنہیں اس کا تجربہ ہوا ہو۔

آپ کی بے پایاں شفقت جہاں دوسروں کے لئے تھی وہاں اپنے دوستوں ... اور بھی زیادہ ہوتی تھی۔ اور اس نیک سلوک اور مروت کا سلسلہ اپنے دوستوں ...

تک کے لئے قائم رکھتے تھے۔ ایک دوست نے مجھ سے بیان کیا کہ اپنی والدہ محترمہ (اہلیہ حکیم قطب الدین صاحبؓ) کا جنازہ وہ ربوہ لے کر گئے۔ رات کے ۲ بجے کے قریب پہنچے۔ حضرت میاں صاحب کو اطلاع ملی۔ اسی وقت رات کو تشریف لے آئے اور تجہیز و تکفین تک ہی شامل رہے۔ اور ہر طرح ان کے غم میں شریک ہوئے اور ہمدردی فرماتے رہے۔ اسی طرح صوفی عبدالرحیم صاحب لدھیانوی نے بیان کیا کہ ان کی والدہ (دہیر عنایت علی شاہ صاحبؓ کی اہلیہ) کا تابوت جب وہ تدفین کے لئے لائے تو اباجان نے کمال ہمدردی سے ان کے غم میں شرکت کی۔ اور فرمانے لگے کہ پیر صاحب کو تو ہم اپنے گھر کا فرد سمجھتے ہیں۔

اسی طرح اپنے بچوں کے دوستوں سے بھی بہت شفقت کا سلوک رکھتے تھے۔ اور ان کا خاص خیال کرتے تھے۔ پچھلے ایام میں جب ہمارے دوست کرامت اللہ صاحب کراچی میں شدید بیمار ہوئے اور اپریشن کے لئے انگلستان گئے۔ تو اباجان ان کے لئے دعا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی تاکید سے دعا کے لئے کہتے تھے خود کرامت اللہ صاحب کو خط میں لکھا کہ "میں تو آج کل آپ کے لئے مجسم دعا بن گیا ہوں"۔ پھر دوبارہ جب کرامت صاحب علاج کی غرض سے انگلستان تشریف لے گئے۔ تو پھر ان کی بیماری کا شدید احساس تھا اور جہاں خود بھی دعا کرتے تھے وہاں دوستوں کو بھی تحریک کرتے تھے اور بالکل ایسے رنگ میں اور اضطراب سے کرتے تھے کہ جیسے کوئی اپنا بچہ بیمار ہو۔ (کرامت اللہ صاحب آج کل پھر شدید بیمار ہیں دوست ان کی صحت یابی کے لئے بھی دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں معجزانہ طور پر شفا دے)

بچوں سے سلوک

ہم بہن بھائیوں سے بھی بہت شفقت کا سلوک فرماتے تھے۔ اولاد کا احترام کرتے تھے اور جب کبھی ہم باہر سے جلسہ وغیرہ اور دوسرے مواقع پر گھر جاتے تھے تو ہر ایک کے لئے بہت اہتمام فرماتے تھے۔ خود تسلی کرتے تھے کہ سونے والے کمرہ میں بستر وغیرہ ہر چیز موجود ہے۔ غسل خانے میں پانی۔ صابن۔ تولیہ موجود ہے۔ یوں احساس ہوتا تھا جیسے کسی برات کا اہتمام ہو رہا ہے۔ اور ہمیں شرم آتی تھی لیکن خود ذوق سے یہ اہتمام فرماتے تھے۔ ہم واپس جاتے تو کمرے میں آکر دیکھتے کہ کوئی چیز بھول کر چھوڑ تو نہیں گئے۔ اگر کچھ ہوتا تو اسے حفاظت سے رکھوا دیتے اور اطلاع فوراً دیتے کہ فلاں چیز تم یہاں چھوڑ گئے ہو میں نے رکھوالی ہے پھر آؤ تو یاد سے لے لینا۔

مجھے فرمایا کرتے تھے کہ بچوں کی تربیت کے معاملہ میں میرا وہی طریق ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ میں انہیں نصیحت کرتا رہتا ہوں کہ تم لوگوں کو اپنی رضا کے راستہ پر چلنے کی توفیق خدا تعالیٰ دے اور دین کا خادم بنا دے۔

ہمیں جب بھی نصیحت فرماتے تو اس میں اس بات کو ملحوظ رکھتے کہ سبکی کا پہلو نہ ہو فرمایا کرتے تھے کہ اگر نصیحت ایسے رنگ میں کی جاوے کہ دوسرے کی سبکی ہو تو وہ ٹھیک اثر پیدا نہیں کرتی بلکہ بعض دفعہ اُلٹا نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ بچپن میں جب بھی میری کوئی حرکت پسند نہ آتی تو اس کے متعلق تفصیل سے خط لکھتے تھے اور بڑے مؤثر اور مدلل طور پر نصیحت فرماتے تھے۔ کسی خادمہ یا چھوٹے بچے کے ہاتھ خط اس ہدایت سے بھیجتے کہ پڑھ کر اسے واپس کردو۔ اس طریق میں ایک پہلو تو یہی ہوتا تھا کہ دوسروں کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ یا نصیحت کا اچھا اثر نہ پڑے گا اور دوسرے بعض مواقع پر شاید حجاب بھی مانع ہوتا ہو۔

ہم بہن بھائیوں کو دین کے کسی معاملہ میں دلچسپی لینے اور کام سے بہت خوش ہوتے تھے اور اپنی خوشی کا اظہار بھی فرماتے تھے اور یہی خواہش رکھتے تھے کہ دنیوی زندگی کو حصہ ایک ثانوی حیثیت سے زیادہ اہمیت حاصل نہ کرے۔

والدہ کی لمبی بیماری اور آپ کی تیمار داری

والدہ کی گذشتہ سات سالہ لمبی بیماری کے دوران میں جس میں بعض ایام میں بیماری کی شدت اور تکلیف بہت بڑھ جاتی تھی۔ آپ نے جس خوشی اور صبر و تحمل سے ان کی تیمارداری کی وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ باوجود اس کے کہ خود بیمار رہتے تھے۔ لیکن پھر بھی دن اور رات میں متعدد مرتبہ والدہ کے کمرہ میں تشریف لاتے طبیعت پوچھتے اور پاس بیٹھے دعائیں کرتے رہتے۔ میری آنکھوں کے سامنے یہ سب نظارے اب بھی تازہ ہیں۔ بعض مرتبہ خود اتنی تکلیف میں ہوتے تھے کہ مشکل سے چل سکتے تھے۔ لیکن اس حالت میں بھی کراہتے۔ سوٹی یا دیوار کا سہارا لیتے ہوئے آتے اور کافی دیر پاس بیٹھ کر تسلی دیتے اور دعائیں کرتے رہتے۔

سچ یہ ہے کہ باوجود اسکے کہ ہم بہن بھائی بھی والدہ کی خدمت کرتے رہے (اور اللہ تعالیٰ نے مزید کی بھی توفیق دے) اور گو ہم جوان تھے لیکن یہ ساری خدمت اباجان کی خدمت کا پاسنگ بھی نہ تھی۔ اور میں تو کئی مرتبہ اس CONTRAST کا احساس کرتے ہوئے شرمندہ ہو جاتا تھا۔

میرے خیال میں آپ کی اپنی بیماری میں زیادہ حصہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی علالت اور والدہ کی بیماری کے گہرے اثر کا تھا۔ حضور کی بیماری سے بالخصوص بہت فکرمند رہتے اور اس کے جماعتی لحاظ سے اثرات سے چوکس رہتے۔ خود بھی دعائیں کرتے تھے اور اخبارات اور اپنی مجلس میں دوستوں کو بھی تحریک فرماتے رہتے تھے۔ اپنی آخری بیماری میں بھی جب ایک روز خبر آئی کہ حضور کی ران پر زخم کے آثار ہیں تو اس پر بہت پریشان تھے! اور آبدیدہ ہو کر مجھے فرمایا یہ بڑے فکر کی بات ہے۔

طبیعت کا رجحان اور اس کی کیفیت

طبیعت کے لحاظ سے آپ بہت حساس تھے اور لوگوں کے جذبات کا خاص خیال رکھتے تھے اور خود بھی اس معاملہ میں کسی کی لغزش کو محسوس فرماتے تھے۔

طبیعت میں نفاست تھی اور باریک بینی۔ ہر چیز اپنی جگہ پر سلیقہ سے رکھتے تھے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی سے گھبراتے تھے۔ میری آنکھوں کے سامنے اب بھی وہ نظارہ آتا ہے کہ جب اپنی بیماری کی شدت کے آخری ایام میں غالباً ۱۳ر اگست کی بات ہے میں پاس بیٹھا تھا۔ چارپائی پر لیٹے ہوئے کپکپاتا ہوا آپ کا ہاتھ اُٹھا اور اسے سرہانے میز کی طرف بڑھایا۔ میں نے محسوس کیا کہ گھڑی جو میز پر پڑی تھی وہ کچھ ترچھی پڑی تھی اسے سیدھا کرنا چاہتے تھے۔ میں نے جلدی سے اسے سیدھا کرکے رکھ دیا۔ اس کے کچھ وقفہ کے بعد پھر کانپتا ہوا ہاتھ میز کی طرف بڑھایا اور دو قلم جو ترچھے پڑے تھے انہیں بڑی احتیاط سے سیدھا کرکے رکھا۔ اور پھر غنودگی کی سی کیفیت میں آنکھیں بند کرلیں۔

اسی میلان طبیعت کے لحاظ سے ہر چیز کو ترتیب سے رکھتے تھے اور چھوٹے سے چھوٹے معاملہ کی ایک علیحدہ فائل کھول کر اس میں تمام متعلقہ کاغذات اہتمام سے رکھتے تھے خط لکھتے وقت یا یادداشتی نوٹ نمبروار لکھتے اور انہیں شروع ہی سے نشانیاں کر لیا کرتے تھے۔ ایک سے زائد کاغذ کو پن کے ساتھ نتھی کرتے۔ غرضیکہ نفاست اور باریک بینی کے اس میلان کا مظاہرہ ہر جگہ ہوتا تھا۔

انتظامی قابلیت خدا نے بہت دے رکھی تھی اور ہر انتظامی معاملہ میں بڑی تفصیل میں جاتے تھے اور اس کے کسی پہلو کو نظرانداز نہ ہونے دیتے فرمایا کرتے تھے کہ موٹی موٹی باتیں تو ذہن میں آہی جاتی ہیں۔ لیکن انتظامی ناکامی چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف سے غفلت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔

طبیعت کے اسی محتاط پہلو کا نتیجہ تھا کہ جہاں تحریر کو بڑی احتیاط سے دیکھتے اور درستی فرماتے وہاں زبانی ارشاد کو دوسرے سے دہروالیا کرتے تھے تاغلط فہمی کا کوئی امکان نہ رہے۔

معاملہ کے بہت صاف تھے ہر چیز کا باقاعدہ حساب رکھتے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی کوتاہی نہ خود کرتے اور نہ دوسرے کی طرف سے پسند فرماتے۔ قرض سے بہت بچتے تھے خود تنگی برداشت کر لیتے۔ لیکن قرض سے حتی الوسع گریز کرتے اور اگر کبھی ناگزیر ہو جاتے تو اس کی ادائیگی کمال باقاعدگی سے کام لیتے۔ طبیعت کا یہ خاصہ صرف مالی لین دین تک محدود نہ تھا بلکہ ہر شعبہ میں نمایاں ہوتا۔ سیدھی بات کو پسند فرماتے اور پیچیدہ بات سے بیزاری کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

لباس بہت سادہ پہنتے تھے۔ اور تنگ لباس کو برداشت نہ کرتے تھے۔ سفید قمیص اور شلوار کھلا لمبا کوٹ اور پگڑی پہنتے تھے۔ کبھی کبھی خصوصاً غیر رسمی مواقع پر ٹوپی بھی پہن لیتے تھے۔ شروع میں دیسی جوتا پہنا کرتے تھے۔ لیکن بعد کو گابی طرز کا کھلا جوتا پہنتے۔ فیتوں والا بوٹ بھی سادگی ہی پسند فرماتے تھے اور نمائش کی چیزوں سے گھبراتے تھے۔ رہائش میں مشقت پسند فرماتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جب شروع شروع میں Air condition کا رواج بڑھا اور میں نے ایک خریدا تو میری طبیعت پر یہ بات گراں گزری کہ میں اپنے لئے کوئی ایسا آرام ڈھونڈوں جو اباجان کے استعمال میں نہ ہو۔ چنانچہ میں نے اس کیفیت کے مدنظر اور ربوہ کی شدید گرمی کا احساس کرتے ہوئے ایک Air condition تحفۃً بھیجا اور آدمی بھیج کر اسے آپ کے کمرے میں لگوا دیا۔ اسے استعمال فرماتے رہے۔ لیکن ایک مرتبہ خراب ہو گیا تو خفگی سے فرمایا کہ مظفر نے خواہ مخواہ مجھے اس کی عادت ڈال دی ہے اور اس کے بند یا خراب ہونے سے اب مجھے تکلیف ہوتی ہے ورنہ میں اپنے لئے کسی ایسی سہولت کو مرغوب نہیں پاتا۔

طبیعت میں بلند پایہ مزاح بھی تھا اور بعض مرتبہ نصیحت کرتے وقت اس جوہر سے کام

لیتے تھے۔ اپنے ایک پرانے رفیق (مکرمی [illegible] صاحب) کا ایک بچہ باہر سے ربوہ آیا اور بغیر ملاقات واپس چلا گیا تو اسے لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم آئے تھے۔ لیکن غالباً تم نے اپنے بزرگوں سے تعلقات کو کافی سمجھا اور ملاقات کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا

علمی ذوق اور تصانیف، طرزِ تحریر

علمی تحقیق کا ذوق رکھتے تھے اور نوجوانی کے زمانہ سے اسلام و احمدیت کی خدمت میں اپنا قلم اٹھایا اور ۴۲ کے قریب قیمتی کتب اور رسائل بطور روحانی خزانہ اپنے پیچھے چھوڑا۔ اس کے علاوہ الفضل میں باقاعدگی سے ہر موضوع پر مضامین لکھتے رہے۔ طرزِ تحریر بہت دلکش اور سادہ تھا اور مشکل سے مشکل مضمون کو سادگی سے سمجھانے والی بڑی صاف تحریر تھی۔ جو اپنے خلوص کی وجہ سے دل میں اتر جاتی تھی۔ اپنی کتب میں سیرۃ خاتم النبیین اور سیرۃ المہدی کے علاوہ تبلیغ ہدایت کو بھی اس خیال سے پسند فرماتے تھے کہ یہ میری جوانی کے زمانہ کی یادگار ہے۔ جب آپ نے یہ مفید کتاب لکھی تو آپ کی عمر اس وقت ۲۹ سال تھی۔

مرکز سے گہری وابستگی

مرکزِ احمدیت سے گہری وابستگی رکھتے تھے۔ پیشتر ۴۷ء تک قادیان اور پھر اب ربوہ سے بھی یہ وابستگی قائم رہی۔ مرکز سے باہر جانا آپ کی طبیعت پر بہت گراں گزرتا تھا اور سوائے خلیفۂ وقت کے حکم یا اشد طبی ضرورت کے باہر نہ جاتے تھے۔ قادیان سے عشق قائم رہا اور درویشان کی خدمت بڑے ذوق اور شوق سے کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات اور تحریرات کی روشنی میں اس پختہ یقین پر قائم تھے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اپنے وقت پر مرکزِ احمدیت جماعت کو واپس دلائے گی اور کوئی دنیاوی تدبیر اس میں حائل نہ ہو سکے گی۔ فرمایا کرتے تھے کہ الہامات اور حضرت اقدس کی تحریرات میں وقت کا تعین نہیں بلکہ یہ اشارہ ہے کہ یہ واقعہ اچانک اور ایسے رنگ میں ہوگا کہ بظاہر ناممکن نظر آئے گا اور اس کی درمیانی کڑیاں نظر سے اوجھل رہیں گی۔

مرکز سے وابستگی کا یہ عالم تھا کہ اپنی آخری بیماری کے ایام میں جب گھوڑا گلی طبی مشورہ کے تحت تشریف لے گئے تو ایک منذر خواب کی بناء پر فرمایا کہ پروگرام سے پہلے واپس چلیں اور مجھے کہنے لگے کہ پرندہ اپنے گھونسلے میں ہی خوش رہتا ہے۔ میں تو ربوہ جانا پسند کروں گا۔ لیکن چونکہ وہاں بجلی کا انتظام ناقص ہے اور شاید طبی لحاظ سے بھی لاہور سے گزرنا مناسب ہو اس لئے لاہور جانا پڑتا ہے۔ ایسی کیفیت کے تحت میرے چھوٹے بھائی مرزا منیر احمد کو تاکیداً فرمایا کہ دیکھو میرا جنازہ ربوہ بغیر کسی توقف کے لے جانا۔ چنانچہ اسی خواہش کے مدنظر ہم رات کو ہی لاہور سے چل پڑے اور رات کے ۲½ بجے ربوہ پہنچے۔

دو ذاتی دعائیں

مضمون میرے اندازہ سے کچھ لمبا ہو گیا ہے لیکن میں ایک دو امور کا ذکر کر کے اسے ختم کرتا ہوں۔ ذاتی دعاؤں میں ابا جان دو باتوں کے لئے بہت دعا فرمایا کرتے تھے۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے راستہ پر چلنے کی توفیق بخشے۔ اور دوم انجام بخیر ہو۔ اس آخری امر کی بڑی تڑپ رکھتے تھے۔ اور ہمیشہ اس پر زور دیا کرتے تھے۔ مجھے کئی بار فرمایا کہ ایک انسان ساری عمر نیکی کے کام کرتا ہے۔ لیکن آخر میں کوئی ایسی بات کر بیٹھتا ہے جو خدا کی ناراضگی کا مورد ہو جاتی ہے۔ اور جہنم کے گڑھے کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔ ایک دوسرا انسان ساری عمر بداعمالی میں گزارتا ہے لیکن آخر میں ایسا کام کر جاتا ہے جو خدا کی خوشنودی کا باعث ہو جاتا ہے۔ سو اصل چیز انجام بخیر ہے۔ اور اس کے لئے ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہیئے۔ خود اپنے لئے اس کی ہمیشہ سے بہت دعا فرمایا کرتے تھے اور کسی سے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ بڑے اضطرار سے یہ دعا کی اور خدا سے درخواست کی کہ اس بارہ میں مجھے کوئی تسلی دے دے۔ اس دعا کے بعد غالباً قرآن شریف کی تلاوت کے دوران میں کر رہے تھے یکدم قرآن شریف کے سامنے کے دونوں ورق سفید ہو گئے اور دائیں ورق پر موٹے الفاظ میں صرف یہ دو لفظ لکھے نظر آئے۔ "بغیر حساب"۔

غرضیکہ تعلق باللہ، عشق رسولؐ، مسیح زمانؑ سے گہری روحانی وابستگی، خلیفۂ وقت کی بے مثال اطاعت اور فرمانبرداری، خلقِ خدا سے بے پایاں شفقت، غرباء سے ہمدردی، مرکز سے گہرا لگاؤ اور اسلام اور احمدیت کے مستقبل پر کامل یقین، آپ کی زندگی کے خصوصی پہلو تھے۔ اپنی ساری عمر اپنی تمام تر طاقت اس کوشش میں صرف کی کہ خدا کا نام بلند ہو اور اس کی مخلوق کی بھلائی ہو۔ عین جوانی میں وقفِ دین کا عہد باندھا اور آخری سانس تک اسے بڑے ذوق اور شوق سے نبھایا۔

احمدیت کی یہ مایۂ ناز شخصیتیں زمانہ کے لحاظ سے ہمارے بہت قریب کھڑی ہیں اور ہم ان کی قدر و منزلت اور مقام کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے۔ لیکن اسلام اور احمدیت کا آنے والا مؤرخ ان کے خط و خال کو اجاگر کرے گا۔ اور تاریخ کے اس دور سے نہیں گزر سکے گا۔ جب تک وہ مسیح محمدی کے ان پروانوں کو خراجِ تحسین ادا کرے۔ یہ خوش قسمت لوگ مسیح محمدی کی فوج کے صفِ اول کے سپاہی ہیں۔ جن کی زندگی کا مقصد ایک اور صرف ایک تھا کہ اسلام دوبارہ زندہ ہو اور دنیا کو ایک زندہ خدا اور ایک زندہ نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی پہچان ہو۔ ان بزرگوں نے اپنی طاقتیں اور کوششیں اس مقصد کے حصول کے لئے بے دریغ خرچ کر دیں اور خدمتِ دین کا حق ادا کیا۔ اسلام اور احمدیت کے پودے کی اپنے خون اور قربانی سے آبیاری کی اور دنیا کی کوئی کشش اس کے راستہ میں حائل نہ ہونے دی۔ دین سے باہر کسی چیز میں کبھی دلچسپی لی تو فروعی اور وقتی۔ بطورِ پیشہ اور زندگی اور ہر توجہ کا مرکزی نقطہ ہمیشہ خدمتِ دین رہا۔ اپنی تمام زندگی کا یہی MOTTO رہا کہ دین دنیا پر ہر حال مقدم رہے اور اپنے پر ہر موت اس لئے وارد کی تا اسلام زندہ ہو۔ مجھے یاد ہے ایک مرتبہ ایک بیماری کے حملہ کے دوران ڈاکٹروں نے ابا جان کو مشورہ دیا کہ اب آپ کی صحت کی حالت ایسی ہے کہ آپ کام کم کیا کریں۔ آپ نے اس مشورہ کو قبول نہیں فرمایا اور فرمانے لگے میں تو یہی چاہتا ہوں کہ دین کی خدمت کرتے کرتے اپنی جان دے دوں۔ چنانچہ ڈاکٹروں کو یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ ابا جان کو کام کرنے سے نہ روکیں بلکہ یہ مشورہ دیں کہ آپ تھوڑے عرصہ کے لئے آرام فرمائیں تا پھر تازہ دم ہو کر پہلے کی طرح اپنا کام کرنے لگ جائیں۔ چنانچہ یہ گر کارگر ہوا اور کچھ عرصہ کے لئے آرام کا مشورہ آپ نے اس رنگ میں قبول فرمایا کہ کچھ دن کے لئے کام کو کچھ ہلکا کر دیا۔

اے جانے والے تجھ پر خدا کی ہزاروں رحمتیں ہوں کہ تو عمر بھر اپنے اور غیروں سب کے لئے ایک بے پایاں شفقت اور رحمت کا سایہ بن کر رہا۔ دیکھ میرا ہاتھ کانپ رہا ہے اور میری آنکھیں اشکبار ہیں اور میرا دل تیری محبت کی یاد میں بے قابو ہوا جاتا ہے۔ اے اللہ رحم کر رحم۔ میرے مولا ہم کون ہیں؟ جو تیری قضا کے فیصلہ کے سامنے کسی قسم کی چون و چرا کریں۔ تو گواہ ہے کہ باوجود اس کی تمام تلخیوں کے ہم نے تیری تقدیر کو بانشراحِ صدر قبول کیا ہے۔ لیکن میرے مولا تیرے در کا سوالی تجھ سے ایک بھیک مانگتا ہے۔ میرے ابا کا خاکی جسم تو ہم سے جدا ہو گیا لیکن ان کی برکات ہمارے ساتھ رہنے دیجیو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم سے وہ کام لے لے جس سے تو راضی ہو جائے اور جو ہمارے باپ کی روح کے لئے تسکین کا باعث ہو۔

شکریۂ احباب

بالآخر میں ان تمام احباب کا ممنون ہوں جنہوں نے ابا جان کے لئے اور ہمارے لئے دعائیں کیں اور کر رہے ہیں۔ اور پھر آپ کے ان معالجوں کا جنہوں نے آپ کی بیماری میں کمال محبت اور محنت سے علاج کی تکلیف اٹھائی۔ ان ڈاکٹروں میں ربوہ میں عزیزی ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب اور لاہور میں ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔

مکرمی ڈاکٹر یعقوب صاحب نے اس بیماری میں اور اس سے پہلے بھی ہر بیماری کے موقع پر بے حد محبت اور اخلاص سے علاج کیا۔ لاہور میں صبح اور شام کا آنا تو معمول تھا ہی۔ اس کے علاوہ بھی ضرورت کے موقع پر بلا توقف تشریف لاتے تھے اور دیر تک پاس بیٹھے رہتے تھے۔ اسی طرح ڈاکٹر مسعود احمد صاحب اور کرنل عطاء اللہ صاحب نے بھی بڑے اخلاص اور محبت سے علاج اور تیمارداری میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور جو آرام اور راحت انہوں نے میرے باپ کو پہنچانے کی کوشش کی ہے وہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو اور ان کی اولادوں کو پہنچائے۔ خادموں میں سے سب سے اوّل بشیر احمد نے خدمت کی۔ یہ تمام بیماری میں بلکہ گزشتہ قریباً بیس برس سے اس نے حد درجہ وفاداری اور جاں نثاری سے خدمت کی ہے اور ابا جان بھی اس کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اور اس کا اپنے بچوں کی طرح محبت کرتے تھے۔

جنازہ کے موقع پر بھی احباب جماعت کثیر تعداد میں شریک ہوئے اور ایک اندازہ کے مطابق کوئی ۷-۸ ہزار لوگ باہر سے ربوہ تشریف لائے تھے۔ بعض ان میں دور دور کے مقامات سے باوجودیکہ وقت بہت کم ملا تھا اٹھ کر آئے۔ مجھے شیخ محمد صاحب نے سنایا کہ وہ کراچی سے جنازہ میں شمولیت کے لئے آ رہے تھے کہ ایک [illegible] جہاز پر سوار ہوا۔ اور ان کے ساتھ لائلپور اترا۔ لائلپور والوں نے در

کیا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ جب انہوں نے کہا کہ ربوہ۔ تو اس نے درخواست کی کہ وہ اس کو بھی [illegible] میں ساتھ لیتے جائیں۔ ان کے پوچھنے پر اس نے کہا کہ مجھے اپنے گاؤں میں حضرت میاں صاحب کی وفات کی خبر ملی تو میں اسی وقت ریلوے سٹیشن گیا تو گاڑی نکل چکی تھی۔ بسوں کے اڈہ پر گیا لیکن وہاں سے بھی پہنچنے کی صورت نہ بنتی تھی میرے اس اضطراب پر کسی نے کہا کہ ہوائی جہاز پر جاؤ تو شاید پہنچ سکو۔ سو یہ بیچارہ ہوائی اڈہ پر پہنچا۔ اور وہاں سے ٹکٹ خرید کر لاہور آیا۔ شیخ صاحب کہتے تھے کہ اس کی حالت یہ تھی کہ شاید وہ اپنی کسی دنیوی ضرورت کے لئے اتنی رقم کبھی خرچ کرنے کو تیار نہ ہوتا جو اس نے تکلیف اٹھا کر جنازہ میں شمولیت کی خاطر برداشت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

تعزیت کے پیغامات

تعزیت کے پیغام اور خطوط سینکڑوں کی تعداد میں دنیا بھر سے آچکے ہیں اور ابھی چلے آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے جنہوں نے غم میں شریک ہو کر اس کے ہلکا کرنے کی کوشش کی بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنا سمجھا۔ بعض دوست یہ کہہ رہے تھے کہ ہم تعزیت کس سے کرنے جائیں ہم تو چاہتے ہیں لوگ ہم سے آکر تعزیت کریں۔

متعدد احباب نے اپنے خطوط میں یہ لکھا کہ ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم آج یتیم ہو گئے بعض دوستوں نے یہاں تک لکھا کہ ہمیں حضرت میاں صاحب کی وفات کا صدمہ اپنے والد کی وفات کے صدمہ سے زیادہ ہوا ہے اور ایک مخلص دوست نے مجھے بتایا کہ بیماری کی شدت کے ایام میں وہ خدا کے حضور یہ دعا کرتے رہے کہ اے اللہ تو میری زندگی بھی حضرت میاں صاحب کو دیدے کیونکہ میری موت سے تو ایک خاندان پر مصیبت آتی ہے۔ لیکن حضرت میاں صاحب کی وفات جماعت اور سلسلہ اسلام کے لئے صدمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہم سب کو محبت اور اخوت کے ایسے رشتہ میں منسلک کر دیا ہے کہ دوسرے کی تکلیف اپنی اور بعض حالات میں اپنے سے بڑھ کر محسوس ہوتی ہے۔

محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا تعزیتی خط

ان تعزیت کے خطوط میں ابا جان کی وفات سے ایک روز بعد کا امریکہ سے لکھا ہوا خط مکرم محترم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی طرف سے بھی ملا۔ جناب چوہدری صاحب نے اپنے اس خط میں ابا جان کی سیرت کا بڑا صحیح نقشہ کھینچا ہے اس لئے اس خط سے ایک اقتباس [illegible] درج ذیل کرتا ہوں۔

"میں ابھی تک اس قابل نہیں ہوا ہوں کہ اپنے خیالات کو پورے طور پر مجتمع کر کے آپ کو ایک مربوط خط لکھ سکوں۔ آپ کے واجب الاحترام والد کی وفات نے میری زندگی میں خلا پیدا کر دیا ہے۔ جیسا کہ آپ کو بخوبی علم ہے ہماری بہت قریبی اور گہری اور جہاں تک اُن کا تعلق ہے ان کی جانب سے بہت ہی مشفقانہ وابستگی ۵۰ سال سے بھی زائد عرصہ تک جاری رہی۔ اس تمام عرصہ میں کبھی اختلاف یا غلط فہمی کا شائبہ بھی پیدا نہیں ہوا۔ فیض کا چشمہ ایک ہی سمت بہتا رہا یعنی اُن کی جانب سے میری طرف۔ اُن کی محبت اور نوازشات کی کوئی انتہا نہ تھی ان عنایتوں اور شفقتوں کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا تو صرف اُن کی وفات پر۔ اُن کے لئے اور اُن کے عزیزوں کے لئے مخلصانہ دعاؤں کے سوائے میں اُن کی کوئی خدمت بجا نہ لا سکتا تھا۔ اور کسی لحاظ سے بھی اُن کی پیہم نوازشات کا بدلہ نہ اتار سکتا تھا۔ میں اس خیال سے کسی قدر تسلی پاتا ہوں کہ مخلصانہ دعاؤں میں مجھ سے کبھی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی۔

اب وہ رحلت فرما گئے ہیں اور انہوں نے اپنے پیچھے جو خلا چھوڑا ہے اس سے آپ سب کی زندگیاں اور میری زندگی ہی متاثر نہیں ہوتی ہے بلکہ پاکستان میں بھی اور پاکستان سے باہر بھی ہر جگہ جماعت پر اس کا اثر پڑا ہے۔

حضرت صاحب کی علالت ان کے لئے مسلسل دُکھ کا موجب رہی۔ اس کی وجہ سے اُن کے کندھوں پر عظیم ذمہ داریوں کا بوجھ آپڑا اور بسا اوقات انہیں پریشان کن اور بہت کٹھن حالات

"وہ پیارا ہوتا تھا۔ انہوں نے اس [illegible] علالت و مصائب کو بڑی سنجیدگی وقار اور کامل وفاداری اور بڑی جوانمردی اور مستقل مزاجی سے اٹھایا۔ ہر لحظہ انہوں نے اپنے وجود کے ذرہ ذرہ کو خدا تعالیٰ اور اس کے دین کی راہ میں وقف کئے رکھا اور اسی راہ میں کئی موتیں اپنے پر وارد کیں۔ اُن کی جسمانی وفات اُن کے لئے اس تکلیف دہ کا دبے والے بوجھ سے جسے انہوں نے شکایت کا ایک لفظ بھی زبان پر لائے بغیر بطیب خاطر دن رات اٹھائے رکھا خوش آئند رہائی کا درجہ رکھتی ہے خواہ دل نے کتنے ہی آنسو بہائے ہوں اور وہ کتنا ہی خون ہو گیا ہو اُن کی زبان سے اپنے خالق و مالک کے لئے محبت، اطاعت، وفاداری تسلیم و رضا اور تحمید و تمجید کے الفاظ کے سوا کبھی کوئی لفظ نہیں نکلا وہ ہم سب کے لئے ایک عظیم الشان اور درخشندہ و تابندہ اُسوہ تھے"۔

میرے لئے یہ امر قدرے اطمینان کا باعث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اور میرے باقی بھائیوں کو بھی اپنے اپنے رنگ میں ابا جان کی خدمت کی توفیق بخشی۔ میری کسی خدمت کی توفیق میں سب سے بڑا حصہ اور دخل میری بیوی امۃ القیوم بیگم دختر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ہے۔ جنہوں نے ہر موقع پر خود تکلیف اٹھا کر ابا جان اور والدہ کی بڑے شوق اور محبت سے خدمت کی۔ میرا دل ان کے لئے شکر کے جذبات سے لبریز ہے۔ ابا جان کی ایک امانت ہمارے سپرد ہے دوست جہاں ہم سب کے لئے اور دینی و دنیاوی امور کے لئے دعا فرماویں وہاں یہ بھی دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدہ محترمہ کی ایسی خدمت کی توفیق بخشے کہ وہ ہماری کسی حرکت سے غمگین نہ ہوں اور ابا جان کی بے مثال تیمارداری کی کمی کو کسی رنگ میں محسوس نہ کریں۔

خاکسار

مرزا مظفر احمد

ولادتیں

۱۔ مورخہ ۱۷ر نومبر کو میرے بیٹے مرزا ناصر احمد کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے پہلا لڑکا عطا فرمایا عزیز نومولود کا نام مرزا البشیر احمد تجویز کیا گیا ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ عزیز کو دین کا سچا خادم بنائے اور دینی و دنیاوی نعمتوں سے سرفراز فرما کر لمبی عمر دے۔ آمین۔

خاکسار مرزا عبدالعزیز بیگ از مدراس

۲۔ خدا تعالیٰ نے خاکسار کو بتاریخ ۲ر دسمبر ۱۹۶۳ء تین لڑکیوں نصرت، بشریٰ، محمودہ کے بعد پہلا لڑکا عطا فرمایا۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے عزیز کا نام محمد سمیع تجویز فرمایا ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ عزیز نومولود کو لمبی عمر عطا فرمائے اور نیک صالح اور خادم دین ہو۔

خاکسار محمد سعید انور آف مودھا حال مرکز معتمد امیر مقامی قادیان

۳۔ مکرم مولوی محمد عمر صاحب مالاباری مبلغ انچارج حیدرآباد کے ہاں پہلی بچی تولد ہوئی احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ عزیزہ نومولودہ کو نیک صالحہ اور والدین اور اقرباء کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین

(ایڈیٹر)

درخواستہائے دعا

۱۔ جماعت کے بزرگ مولوی عبدالحمید خان صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر کے تینوں صاحبزادے زیر تعلیم ہیں۔ بڑا صاحبزادہ میاں عبدالرشید خان میڈیکل کالج کا M.B.B.S فائنل کے پہلے حصہ کا امتحان دسمبر ۱۹۶۳ء میں دے رہا ہے۔ دوسرا صاحبزادہ میاں عبداللطیف خان ایم۔ اے کی تیاری کر رہے ہیں اور تیسرا میاں عبدالباسط انجنیئرنگ کالج میں تعلیم پا رہے ہیں اور بی۔ ایس۔ سی (B.Sc) انجنیئرنگ حصہ اول کا امتحان دے چکے ہیں۔

۲۔ میاں انوار الحق صاحب ابن مکرم قمر علی صاحب ساکن پنگال (اڑیسہ) بی۔ ایم۔ اے کی تیاری میں مصروف ہیں۔ ہم جماعت صحابیوں اور درویشوں کی خدمت میں عاجزانہ درخواست ہے کہ اُن ہونہار نوجوانوں کی اعلیٰ کامیابی کیلئے براہ کرم دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جماعت کے درخشندہ گوہر اور خادم دین اور خلق بنائے۔

نیز مکرم مولوی صاحب موصوف اب کمزور ہو گئے ہیں اور ان کی اہلیہ محترمہ کو بلڈ پریشر کی شکایت ہے، اور مکرم مولوی عبدالستار صاحب ایم۔ اے اور مکرم مولوی سید محمد احمد صاحب ہیڈ وہ سابق پرانشل امیر بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ ان تمام بزرگوں کی صحت و تندرستی کی بھی درخواست دعا ہے

اظہار تشکر

میرا لڑکا میاں فضل جلیل (M.Sc (Ag امتحان میں فرسٹ کلاس کے ساتھ کامیاب ہوا ہے۔ الحمد للہ بزرگان سلسلہ کی دعاؤں کا از حد ممنون ہوں اللہ تعالیٰ اس کامیابی کو ہر لحاظ سے مبارک کرے۔ آمین اللہم آمین۔ طالب دعا احقر فضل الرحمٰن عفا عنہ نائب امیر اڑیسہ۔

نالۂ پُر درد بر وفات حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از محترم جناب حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری سابق ناظر تعلیم و تربیت قادیان حال مقیم کراچی

اے کائنات کے خالق اے مالک و مختار ۔۔۔ تو ہے رحیم و کریم رؤف اور غفار
ترے ہی پنجۂ قدرت میں ہے حیات و ممات ۔۔۔ محال ہے کسے کوئی قضا سے تیری فرار
یہ موت باعثِ لذت ہو عاشقوں کیلئے ۔۔۔ مزے سے اسکے ہیں واقف شہداء و ابرار
تو چیخ سُنتا ہے دلہائے مضطرب کے بھی ۔۔۔ ہے بے نیاز بھی اور ہے تری غنی سرکار
ترا یہ بندۂ عاجز و عاصی و سیہ کار ۔۔۔ بصد ادب ہے تری بارگہ میں عرض گذار
بُلا کے اپنے شریف و بشیر کو تُو نے ۔۔۔ ہے بخشی جنتِ فردوس میں سکون و قرار
لگایا اُن کو ہے رحمت کے سینہ میں اپنے ۔۔۔ کیا ہے اُلفت و رافت سے انکو خوب پیار
مگر خلیفۂ بیمار کے لئے تُو نے ۔۔۔ رکھا ہے دوش پہ اسکے غموں کے بار پہ بار
ترے ہی عشق کا بیمار ابتدا سے ہے وہ ۔۔۔ ہے بچپنے سے اُسے تیرے عشق کا آزار
ترے پیارے محمد کے دین کی خاطر ۔۔۔ تڑپتا ہے نہ قرار اسکو ہے یمین و یسار
دیا تھا تو نے ہی حضرت بشیر احمدؓ کو ۔۔۔ بنا کے اس کا مشیر و وزیر و تعبیہ دار
مطیع وہ ایسا کہ شریان و قلب کا رشتہ ۔۔۔ ہو قبض و بسط میں جیسے کہ نبض کی رفتار
ادائے فرض میں وہ خود بھی ہو گیا بیمار ۔۔۔ تری رضا کے لئے ہی فدا کی جانِ زار
ہے راز کیا ترا اس میں مگر خدائے علیم؟ ۔۔۔ ہمیں نہیں سوا تسلیم و رضا چارۂ کار
ہے تیری مشیت پہ ہم احمدی صابر ۔۔۔ بٹھا دے تُو ہی جو اُٹھتا ہو دل سے غم کا بخار
ترا خلیفہ خدایا ترے ہی دیں کیلئے ۔۔۔ گرانبار ہے رہتا ہے آنسو ہمیشہ لیل و نہار
نہیں ہے اسکو ذرا اپنی جان کی پرواہ ۔۔۔ ہزار جاں بھی ملے تو وہ کر دے دیں پہ نثار
اے شافی دیں کی ہی خاطر مرے خلیفہ کو ۔۔۔ شفا دے اور دے تو اس کو صحتِ باکار
مسیح و مہدی کے فرزند و آل پر یا رب ۔۔۔ تو برسا بارشِ رحمت کو ایسا موسلا دھار
ترے دین کی کھیتی ہری ہری ہو جائے ۔۔۔ بہار آئے تو ایسی کہ پھر نہ جائے بہار
سدا بہار رہے باغِ احمدیت میں ۔۔۔ دکھا دے معجزہ ایسا اے مرجانِ بہار
حرا کے غار اور بیت الدعا کی تجھکو قسم ۔۔۔ الٰہی کشتیٔ اسلام کو لگا دے پار

خلیلِ محزوں کی یہ بھی دعا ہے اے اللہ
صفِ ملائکہ کو بھی بلغتہٗ بسیار بیار

تبصرہ

اصحاب احمد علیہ السلام جلد ہفتم حصہ دوم

(از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ)

مولانا محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کے حالات پر یہی حصہ دوم ہے جس میں آپ کے سن بیعت۔ احمدیت اور عمر کے متعلق واقعات و شواہد احمدیہ لٹریچر کی چھان پھٹک کے بعد روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس حصہ میں ان کے تمام علمی و عملی کارناموں کا ذکر بالتفصیل ہے۔ یہ بڑی محنت کا کام تھا جس میں ملک صلاح الدین صاحب کامیاب ہو گئے ہیں۔ ماشاء اللہ۔ بالخصوص قابلِ مطالعہ ہے۔ اصحاب احمد کی سوانح عمری جمع کر رہے ہیں جو غیر معمولی محنت ملک کر رہے ہیں اس کام کو جاری رکھنے کے لئے۔ جناب کی اس رکھنے کے لئے احباب کی امداد و اعانت کی ضرورت ہے کہ وہ بکثرت خریداری قبول فرمائیں۔ آجکل کاغذ۔ سامان۔

تاریخ ہائے وفات مکرم مولوی برکات احمد صاحب مرحوم

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

مولانا برکات احمد صاحب واقفِ زندگی درویش کی وفات کے متعلق میں نے تین تاریخیں کہی ہیں جو بغیر کسی فکر کے مجھ پر منکشف ہوئیں:-

اوّل　　ہائے غلام رسول
۱۳۸۲ھ

دوّم　　بابائے غلام رسول
۱۳۸۲ھ

بابا ان کے دردمند والد کا نام ہے بابا آجکل کی بول چال میں فرزند کو کہتے ہیں۔

سوم۔　　بہ تطلیع دلِ صبر اکمل سنی ہے
خبر وفات برکات احمد
۱۹۶۵ - ۲ = ۱۹۶۳ء
یعنی صبر کی ب کے دو عدد نکال کر۔

اکمل عفی عنہ از ربوہ

”چونویں پھل“ کے متعلق ممتاز سکھ ودوانوں کی تازہ آراء

شری بابا سادھو سنگھ نرمل ہیڈ گرنتھی گھمان سے لکھتے ہیں:-

”عرض ہے کہ آپ کی کتاب ”چونویں پھل“ ملی۔ اول سے آخر تک پڑھا۔ اس میں پریم پیار کی جھلک نظر آتی ہے اس کے ایک ایک حرف پر غور کرنے سے خاکسار اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ سکھوں اور مسلمانوں میں پیدا کی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے اور اتحاد پیدا کرنے والی بھارت میں یہی ایک جماعت ہے۔

آپ نے سب پر ایسا احسان کیا ہے جسے میری زبان بیان نہیں کر سکتی پرماتما اس کے لکھنے والے کو اعلیٰ ترقیات دیوے۔ تمام ہموطنوں سے گزارش ہے کہ اس کی جماعت کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا جائے۔　خاکسار

بابا سادھو سنگھ نرمل ہیڈ گرنتھی
سری نام دیو دربار کمیٹی رجسٹرڈ گھمان ۱۷/۱۱/۶۲

(۲)

جناب گیانی گورمکھ سنگھ صاحب ضلع کرنال سے لکھتے ہیں:-

”آپ کی ارسال کردہ دو عدد کتب چونویں پھل اور ...ساز ملیں۔ جو میں نے دل لگا کر پڑھیں۔ مؤلف درحقیقت قابلِ تعریف ہے۔ حوالہ جات تحقیق اور مستند طور پر لکھے گئے۔ مؤلف کا اصول ہر دلعزیز ہے۔ دراصل اتحاد جیسی کوئی چیز نہیں۔

گرنتھ صاحب کا شلوک کہ:-
سبے کی بھیا برن نہ ساکوں　　اس کا مقصد ہے۔

خاکسار

گیانی گورمکھ سنگھ مقام کھروری ضلع کرنال ۲۴/۱۱/۶۲

۲۔ طباعت۔ کتابت و اشاعت سخت گراں ہے۔ ابھی مولانا مرحوم کی سیرۃ۔ فضائل و شمائل کے بارے میں ان کے تلامذہ کے تاثرات تیسرے حصہ میں شائع ہونگے اور بہت دلچسپ اور مفید ہونگے۔

تتمہ مضمون

مباہلہ سورو اور اسکے اہم نتائج

تصحیحات و تشریحات

مندرجہ بالا عنوان کے ماتحت اخبار بدر میں یہ مضمون قسط وار شائع ہوتا رہا ہے۔ جند اقساط کے بعض مقامات پر کچھ عبارتیں غیر واضح ہیں۔ اس لئے دوست مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق ان میں تصحیح فرمالیں:-

(۱)۔ بدر مورخہ ۷ رنومبر ۱۹۶۳ء جلد ۱۲ شمارہ ۴۲ میں

(۱) صفحہ ۵ کالم ۳ کی عبارت "اس سب کمیٹی کا اجلاس ہوا۔" اس طرح پڑھی جائے

"۲۵ رمارچ ۱۹۶۲ء بعد نماز مغرب یعنی عین اسی تاریخ اور اسی وقت پر جس میں اگلے سال مباہلہ ہوا انقلاب سب کمیٹی کا اجلاس ہوا۔"

(۲) صفحہ ۵ کالم ۳ کی عبارت "امامت اور مکان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا" اس طرح پڑھی جائے:-

"امامت سے موقوف (suspended) ہونا اور مکان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔"

نیز اسی کالم میں "اس کے ساتھ ہی مسجد ملا ساہی کی امامت سے بھی ہاتھ دھونا پڑا ہے" کی جگہ

"اس کے ساتھ ہی مسجد ملا ساہی کی امامت سے بھی ہاتھ دھونا پڑا تھا۔"

پڑھا جائے۔

(۳) صفحہ ۶ کالم ۲ کی عبارت "بالآخر امامت اور اس مکان سے جس میں مولوی صاحب مقیم تھے ہاتھ دھونا پڑا" کی بجائے

"بالآخر امامت رہی بھی تو متولی صاحب و سیکرٹری صاحب انجمن مذکور وغیرہ نے اُن کا مستقل بائیکاٹ کیا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا قطعًا ترک کر دیا اور انہیں (مولوی صاحب کو) مکان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔" پڑھی جائے۔

(ب) بدر مورخہ ۱۴ رنومبر ۱۹۶۳ء جلد ۱۲ شمارہ ۴۴ صفحہ ۹ کالم ۲ کی عبارت "جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ مولوی عبدالقدوس صاحب مرزا پوری محلہ شنکر پور بھدرک کی مسجد کے پیش امام ہیں" کے بعد مندرجہ عبارت بڑھا دی جائے

"حافظ شوکت علی مولوی عبدالقدوس کی غیر حاضری میں نائب امام الصلوٰۃ کا کام کرتے ہیں۔"

(۲)

مباہلہ کا شاندار واضح نتیجہ

گیارہ افراد کا قبولِ احمدیت

مباہلہ کے وقت سورو میں صرف تین شخص احمدی تھے۔ اور سب کے سب مباہلہ میں شامل ہوتے تھے۔ اُن تینوں کے نام یہ ہیں:-

۱۔ مکرم شیر علی صاحب
۲۔ مکرم صادق علی صاحب
۳۔ مکرم عبد الستار صاحب

مباہلہ کا نتیجہ نکلنے پر جو نئے اشخاص احمدیت میں داخل ہوئے

۱۔ مکرم مولوی شمس الدین صاحب امام الصلوٰۃ مسجد قاضی محلہ سورو
۲۔ مکرم شیخ حفیظ اللہ صاحب مؤذن مسجد قاضی محلہ سورو
۳۔ مکرم شیخ بدر الدجیٰ صاحب ابن شیخ محمد سلیمان صاحب امام الصلوٰۃ مسجد پٹھان محلہ سورو۔
۴۔ مکرم سید سلام الدین صاحب ابن جناب سید کلیم الدین صاحب رئیس سورو
۵۔ مکرم شیخ عمر علی صاحب ابن شیخ محمد خلیل صاحب پٹھان محلہ سورو
۶۔ مکرم شیخ عبداللہ صاحب ابن شیخ سعید و صاحب پٹھان محلہ سورو
۷۔ مکرم زین الدین صاحب ۲۴

۲۴ ۸۔ مکرم مشیر الدین خان صاحب ابن کالے خان صاحب موہن پور سورو
۹۔ مکرم انور صاحب
۱۰۔ برادرم مکرم عبد الستار صاحب
۱۱۔ اہلیہ صاحبہ مکرم مولوی شمس الدین صاحب امام الصلوٰۃ مسجد قاضی محلہ سورو۔

خاکسار:-

بادون الرشید احمدی

نائب صدر جماعت احمدیہ بھدرک (اڑیسہ)

تعزیتی قراردادیں

مکرم مولوی برکات احمد صاحب مرحوم کی المناک وفات پر ہندوستان و پاکستان کے متعدد احباب اور جماعتوں کی طرف سے تعزیتی خطوط اور قراردادیں موصول ہوئی ہیں جن کے علیحدہ علیحدہ شائع کرنے کی اخبار میں گنجائش نہ نکل سکنے کی وجہ سے متعلقہ افراد اور جماعتوں کی اس ہمدردی اور تعزیت پر شکریہ ادا کرتے ہوئے ذیل میں ان کے اسماء گرامی بغرض اطلاع شائع کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر ہو اور ان سب کے خلوص و محبت میں برکت دے۔ آمین۔

۱۔ محترمہ صادقہ خاتون صاحبہ منجانب لجنہ اماء اللہ قادیان
۲۔ مکرم محمد اسمٰعیل صاحب خالد منجانب جماعت احمدیہ احمد آباد سٹیٹ سندھ (پاکستان)
۳۔ " سید محمد سلیمان صاحب امیر جماعت احمدیہ جمشید پور منجانب جماعت مقامی
۴۔ " بابو محمد یوسف صاحب صدر جماعت احمدیہ جموں منجانب جماعت مقامی
۵۔ " عطاء المجیب صاحب راشد منجانب مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ
۶۔ " منجانب اساتذہ و طلبہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ
۷۔ منجانب جمعیۃ الطلبہ جامعہ احمدیہ ربوہ
۸۔ منجانب امیر صاحب جماعت ہائے احمدیہ ضلع ڈیرہ غازی خان (پاکستان)
۹۔ تعزیتی تار منجانب عبدالسلام صاحب تنج
۱۰۔ " " " محمد سلیمان صاحب صدر جماعت احمدیہ بمبئی
۱۱۔ " " " امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ
۱۲۔ مکرم چوہدری فیض احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ پوہلا مہاراں ضلع سیالکوٹ
۱۳۔ " سید صمصام الدین صاحب منجانب جماعت ہائے احمدیہ کرڈاپلی اڑیسہ۔
۱۴۔ " بابو قاسم الدین صاحب منجانب جماعت ہائے احمدیہ سیالکوٹ
۱۵۔ " ڈاکٹر محمد الدین صاحب صدر جماعت احمدیہ میرپور جہلم۔
۱۶۔ " مبارک احمد صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ راولپنڈی
۱۷۔ " بشیر محمود صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی
۱۸۔ " فضل الرحمٰن صاحب قائم مقام امیر اڑیسہ
۱۹۔ " عبدالحلیم صاحب خالد سیکرٹری مال سونگھڑہ
۲۰۔ " شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ و قلات ڈویژن
۲۱۔ " محمد احمد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ جمشید پور
۲۲۔ منجانب مجلس انصار اللہ لاہور بذریعہ مکرم محمد شریف صاحب زعیم اعلیٰ۔

جناب پروفیسر دیوان چند شرما صاحب ایم۔پی کی طرف سے تعزیت نامہ

مکرم مولوی برکات احمد صاحب مرحوم کی وفات پر جناب پروفیسر دیوان چند صاحب شرما ممبر پارلیمنٹ حلقہ گورداسپور کی طرف سے جو تعزیت کی چٹھی جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال کے نام موصول ہوئی ہے کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

۱۹ ونڈسر پلیس
۲۶/۱۱/۶۳ نئی دہلی

از طرف دیوان چند شرما ممبر پارلیمنٹ

"ڈیر عاجز صاحب۔ مجھے اس اطلاع سے دلی دکھ ہوا ہے کہ مسٹر برکات احمد راجیکی حرکت قلب کے بند ہو جانے سے مورخہ ۱۱/۱۱/۶۳ کو اچانک وفات پا گئے ہیں۔ اس ناگہانی صدمہ پر میری طرف سے دلی تعزیت قبول فرمائیں اور مرحوم کے جملہ افراد خاندان کی خدمت میں میری طرف سے تعزیت اور ہمدردی کے جذبات پہنچا دیں

آپ کا مخلص
ڈی۔ سی۔ شرما

صدقات کے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا

ایک خاص پیغام

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ قادیان کے پیغام میں جماعت کے دوستوں کو صدقات کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی ہے۔ اور ردِ بلا اور جماعتی مشکلات کے ازالہ کے لئے صدقات کو سب سے بڑا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں :۔

"خدا تعالیٰ پر توکل سب سے اہم چیز ہے۔ جو کچھ خدا کرسکتا ہے بندہ نہیں کرسکتا۔ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو۔ کہ وہ ایسا راستہ کھول دے۔ جس سے آپ کی اور جماعت کی تکلیفیں دور ہوں۔ اُس میں سب طاقتیں ہیں۔ جہاں بندہ کی عقل نہیں پہنچتی اُس کا علم پہنچتا ہے خواہ ایک ٹکڑا ہو صدقہ بہت دیا کرو کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے۔ جہاں دعائیں نہیں پہنچتیں۔ وہاں صدقہ بلاؤں کو رد کر دیتا ہے۔ صدقہ کا لفظ بھی بتاتا ہے۔ کہ تعلق باللہ سچا ہے پس تعلق باللہ کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ جو کام آپ نہیں کرسکتے وہ خدا کر دے"

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا مندرجہ بالا ارشاد جماعت کی موجودہ مشکلات اور ترقی کے راستہ میں رکاوٹوں کے پیش نظر ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور جماعت کے ہر مخلص دوست کا فرض ہے کہ وہ اس کی اہمیت کا پوری طرح احساس کرتے ہوئے کثرت سے صدقات دینا شروع کرے۔ اُس کے لئے کسی خاص مقدار میں مال کی شرط نہیں بلکہ ہر شخص اپنی استطاعت اور حالات کے مطابق کچھ نہ کچھ صدقہ نکال سکتا ہے لہذا جماعت کے ہر فرد کو چاہیئے کہ وہ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں کم از کم مہینہ میں ایک بار باقاعدگی سے صدقہ دیا کرے۔ اور ہر وہ شخص جو حضور کے ارشاد کی تعمیل میں ایسا کرے گا وہ یقیناً خدا تعالیٰ سے دُہرے اجر کا مستحق ہوگا۔ ایک صدقہ دینے کا اور دوسرے خلیفہ وقت کے ارشاد کی تعمیل کرنے کا۔

دوست یہ بھی یاد رکھیں کہ صدقہ کی جملہ رقوم مرکز قادیان میں بھجوانی چاہئیں تاکہ مرکزی نظام کے ماتحت مستحقین پر خرچ کی جاسکیں۔

امید ہے کہ جملہ امراء و صدر صاحبان و عہدیداران اور مبلغین کرام اپنی اپنی جماعتوں میں حضور کا یہ پیغام بار بار سنا کر صدقہ کی تحریک میں باقاعدگی کا اہتمام کریں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

اعلانِ نکاح

قادیان ۲۹ر نومبر۔ آج مسجد اقصےٰ میں خطبہ جمعہ سے قبل محترم مولانا عبدالرحمان صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان نے محترمہ منصورہ خاتون صاحبہ بنت قریشی محمد یونس صاحب آف بریلی کا نکاح مکرم گیانی بشیر احمد صاحب ناصر بی اے درویش قادیان سے ۲۰۰/- (چھ سو روپیہ) حق مہر پر پڑھا۔ احباب دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے ہر طرح بابرکت کرے اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین۔

کیا آپ چندہ جلسہ سالانہ ادا فرما چکے ہیں؟

جلسہ سالانہ کی آمد میں چند دن باقی ہیں اس مبارک موقعہ پر دور دراز کے علاقوں سے جن مخلصین کو شمولیت کا موقعہ ملتا ہے وہ حقیقتاً سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان ہونے کا شرف پاتے ہیں۔ ان کی مہمان نوازی کرنا ہمارے اور آپ کے فرائض میں شامل ہے۔ اس مشترکہ فرض میں سے مرکز سلسلہ کے ذمہ یہ دُہرا فرض ہے کہ وہ ہر قسم کے مرکزی انتظامات کو مکمل کرے۔ اور آپ حضرات کے ذمہ یہ فرض ہے کہ ان انتظامات کے لئے اخراجات مہیا کریں۔

مرکز اپنے فرائض کے پیشِ نظر ایسے انتظامات میں مشغول ہے لہذا آپ بھی اپنے فرض ادائیگی

چندہ جلسہ سالانہ

کی طرف خاص توجہ دے کر اپنے فرض سے عہدہ برآ ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مقدس اجتماع کے موقعہ پر اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونے کی سعادت بخشے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

لائبریری کی تکمیل کے لئے سنہری موقعہ

یکصد روپیہ سے زائد آرڈر پر پچاس فیصد کمیشن اور ریلوے کرایہ معاف

خاکسار نے صدر انجمن احمدیہ قادیان سے تمام سٹاک کتب بکڈپو خرید لیا ہے بکڈپو جماعت احمدیہ کا پرانا اور سب سے بڑا کتب خانہ ہے اور اس میں ایسی کتب کی کثرت ہے جو اب عام طور پر نایاب ہو چکی ہیں۔ اور پھر ان کے دوبارہ شائع ہونے کی بظاہر بہت کم امید ہے مگر افادیت کے لحاظ سے کوئی احمدیہ لائبریری ان کتب کے بغیر مکمل نہیں کہلا سکتی۔ لہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ لائبریریاں مکمل کرنے والی جماعتیں اور احباب ہماری طلب مانند حاصل کریں۔ نیز سٹاک بکڈپو کی فہرست مفت طلب کریں۔

نوٹ:۔ ۱۔ ایک روپے سے زیادہ مالیت کے نقد آرڈر پر پچاس فیصد کمیشن اور ریلوے کرایہ معاف۔

۲۔ پچیس روپے سے ایکسو روپے تک کے نقد آرڈر پر پچیس فیصد کمیشن اور ریلوے کرایہ معاف۔

۳۔ دس روپے سے پچیس روپے تک نقد آرڈر پر ۱۲ فیصد کمیشن

۴۔ ربوہ یا باہر سے منگوائی ہوئی کتب پر کوئی رعائت نہ ہوگی۔

۵۔ خط و کتابت کرتے وقت اپنا ایڈریس صاف اور خوشخط تحریر فرماویں

المشتہر

عبدالعظیم پروپرائٹر احمدیہ بکڈپو قادیان مشرقی پنجاب

درخواستہائے دعا (۱) خاکسار کے ماموں جان سید احمد ... الدین صاحب آف مونگھیر جمشید پور میں اکثر بیمار رہتے ہیں اور محترمہ ممانی صاحبہ سیدہ ناصرہ بیگم صدر لجنہ اماء اللہ ... پریشان رہتی ہیں احباب جماعت اور بزرگان ... [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ——— یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

قادیان دارالامان میں جماعت احمدیہ کا بہترواں سالانہ جلسہ

انعقاد بتاریخ ۱۸-۱۹-۲۰؍دسمبر ۱۹۶۳ء بروز بدھ، جمعرات، جمعہ

تحقیق حق و صداقت احمدیت معلوم کرنے کا بہترین و نادر موقعہ

خود تشریف لاکر فائدہ اُٹھائیں

پیشوایانِ مذاہب کی تعظیم اور امن و اتحاد کے قیام کے متعلق تقاریر سُنیں

حضرت امام جماعت احمدیہ کے روح پرور پیغام کے علاوہ ذیل کے روحانی اور علمی موضوعات پر جماعت کے علماء (اردو زبان) خطاب فرمائیں گے

پہلا دن ۱۸؍فتح ۱۳۴۲ھش ۔ ۱۸؍دسمبر ۱۹۶۳ء بروز بدھ

پہلا اجلاس

تلاوت قرآن کریم و نظم

دعا و افتتاح جلسہ

پیغام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ہستی باری تعالیٰ ۔ مکرم مولانا محمد سلیم صاحب فاضل مبلغ

نظم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے ۔ مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب فاضل شاہد مبلغ کشمیر

جماعت احمدیہ کی بین الاقوامی حیثیت ۔ مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل مبلغ مدراس

دوسرا اجلاس (بوقت شب)

تلاوت قرآن کریم و نظم

نظام جماعت اور برکاتِ خلافت ۔ مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ بمبئی

جماعت احمدیہ کی ترقی کی اہم تحریکات ۔ مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ کلکتہ

دوسرا دن ۱۹؍فتح ۱۳۴۲ھش ۔ ۱۹؍دسمبر ۱۹۶۳ء بروز جمعرات

پہلا اجلاس

تلاوت قرآن کریم و نظم

اسلام کا اقتصادی و معاشرتی نظام ۔ مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ بمبئی

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

نظم

اسلام اور کمیونزم ۔ مکرم پروفیسر سید اختر احمد صاحب اورینوی ڈی لٹ پٹنہ

حیاۃ الآخرۃ ۔ مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ کلکتہ

دوسرا اجلاس (بوقت شب)

تلاوت قرآن کریم و نظم

تقریر ۔ صاحبزادہ مرزا نصیر احمد صاحب سلمہٗ

احباب جماعت احمدیہ ہندوستان کی ذمہ داریاں ۔ مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل مبلغ مدراس

تیسرا دن ۲۰؍فتح ۱۳۴۲ھش ۔ ۲۰؍دسمبر ۱۹۶۳ء بروز جمعہ

پہلا اجلاس

تلاوت قرآن کریم و نظم

دنیا کے مہاپرشوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم ۔ مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل مبلغ مدراس

اسلام اور خدمت خلق ۔ محترم صاحبزادہ طاہر احمد صاحب ربوہ

نظم

ضرورتِ مذہب ۔ پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم اے ربوہ

اسلام کے دائمی اور کامل مذہب ہونے کے دلائل ۔ مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری ربوہ

دوسرا اجلاس (بوقت شب)

تلاوت قرآن کریم و نظم

ذکر حبیب علیہ السلام ۔ حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری

اسلام اور جماعت احمدیہ پر اعتراضات اور ان کے جوابات ۔ مکرم مولوی محمد سلیم صاحب فاضل مبلغ

الوداعی خطاب و دعا ۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

نوٹ: — (۱) مردانہ جلسہ کا پروگرام بذریعہ لاؤڈ سپیکر زنانہ جلسہ گاہ میں بھی سُنا جا سکے گا۔

(۲) دورانِ جلسہ میں کسی کو سوال کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

(۳) ناظر دعوت و تبلیغ کی اجازت سے پروگرام میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔

(۴) مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام بذمہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگا۔ البتہ موسم کے مطابق بستر ہمراہ لادیں۔

(۵) اجلاس شبینہ بعد نماز مغرب و عشاء و فراغت از طعام مسجد اقصیٰ میں ہوا کریں گے۔

الداعی

مرزا وسیم احمد ناظر دعوت و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان (انڈیا)